آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ✤ لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

# ریویو آف ریلیجنز

یعنی

# دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۳ بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۰۴ء نمبر ۵

## فہرست مضامین

نجات کے لئے کس قسم کی قربانی کی ضرورت ہے - ۱۵۱-۱۶۱
ایسن اور اکبر مسیح کے مضامین عصمت انبیاء پر - ۱۶۲-۱۷۴
حضرت مسیح کی قبر سری نگر میں - .......... ۱۷۵-۱۸۴

قادیان ضلع گورداسپور ۲۰ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو شائع ہوا - چندہ سالانہ اردو پرچہ .......... عہ

www.aaiil.org

# "تفسیر سورۂ جمعہ"

نورِ فرقان ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا ✽ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
یا الٰہی تیرا فرقان ہے کہ اک عالم ہے ✽ جو ضروری تھا وہ سب اسمین مہیا نکلا
سب جہان چھان چکے ساری دکانین دیکھین ✽ مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہان مین تشبیہ ✽ وہ تو ہر بات مین ہر وصف مین یکتا نکلا

# اعلان

مجھے اس رسالہ کے متعلق کچھ کہنے کی خصوصًا احمدی جماعت کو ترغیب خریداری کے لئے مطلق ضرورت نہین کیونکہ وہ محض بفضل خداوند کریم وبطفیل سیدنا جناب حضرت مسیح موعود نور من اللہ الاحد والصمد قرآن کریم کی عظمت اور اسکو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت اور فائدے کو ایک حد تک بخوبی سمجھنے لگی ہے۔ مجھے انکی خدمتمین صرف اتنا ہی عرض کر دینا ہے کہ اول تو یہ کلام پاک حضرت خداوند احدیت ہے۔ دوم اسکا مفسر اپنے پایہ کا وہ بینظیر شخص ہے جسکی علمی قابلیت عملی خصوصیت۔ احمدی جماعت کے علاوہ مخالف ہندوستان مین بلکہ اکثر بلاد غیر مین بھی مسلم ہے۔ سوئم یہ سورۃ پاک جسکی تفسیر کا اعلان آپکے روبرو ہے۔ کلام خداوند کریم۔ الرحمٰن۔ الرحیم کا وہ عجیب غریب حصہ ہے جسکا پڑھنا۔ سمجھنا۔ سمجھانا ہر ایک مومن کی زندگی کا پہلا فرض معلوم ہوتا ہے خود مفسر موصوف (خدا کی لاکھ لاکھ رحمتین انکے شامل حال ہون) نے اس سورۃ مبارک کی تفسیر کرتے ہوئے بڑے درد دل سے جو کچھ فرمایا ہے وہ آپ تفسیر مین ہی ملاحظہ فرماوینگے۔ اسکے بعد خدا تعالے کے فضل سے اگر آپکا دل رقت اور جوش سے گواہی دے اٹھے اور اس بات کی ضرورت محسوس ہو کہ اسکی اشاعت کی ملک مین بیحد ضرورت ہے تو آپکا یہ سب سے اہم فرض ہونا چاہیئے کہ جسطرح آپسے ہو سکے خواہ خود خرید کر خواہ ترغیب دیکر خواہ اعلان کر کے اپنے تمام دوستون ملاقاتیون۔ رشتہ دارون۔ عزیزون وغیرہ کے ہاتھ اسکی ایک ایک کاپی پہنچاوین۔ والسلام۔ وما علینا الا البلاغ۔

قیمت بلحاظ تعداد حسب ذیل ہے

ایک جلد ۴ر...... ایک جلد کے خریدار کو بمعہ محصول ڈاک وغیرہ ۵/ ٹکٹوں کے ذریعہ لفافہ مین بند کر کے بھیجنی چاہئین۔
پانچ جلد عہ۲ر بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل روانہ ہونگی۔
دس جلد عا۳ر ״ ״ ״
پچیس جلد للعہ۸ر ״ ״

درخواستین پتہ ذیل پر آنی چاہئین

حکیم محمد حسین قریشی۔ کارخانہ رفیق الصحت حویلی کابلی مل لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# نجات کیلئے کس قسم کی قربانی کی ضرورت ہے

اس عنوان کے ماتحت ہم یہ بحث کرین گے کہ اسلام انسان کی نجات کے لئے اُس سے کس قسم کی قربانی چاہتا ہے۔ اور آیا اسکے سوائے کسی اور مذہب نے بھی کوئی ایسی قربانی پیش کی ہے جو ذریعہ نجات ہوسکے۔ ظاہری قربانیان جو اسلام مین کی جاتی ہین وہ خدا تعالے کے حکم کی فرمانبرداری مین اور اس کا قرب حاصل کرنیکے لئے کی جاتی ہین۔ اسلام کی قربانی حضرت ابراہیمؑ کی اس عظیم الشان قربانی کی یادگار ہے جو اس نے حکم الٰہی کی فرمانبرداری مین کرکے دکھائی اور قربانی کرنیوالے کے عمل کا اصل منشار یہ ہے کہ وہ خدا تعالے کے احکام کی فرمانبرداری مین ہر ایک چیز کو ابراہیم کی طرح قربان کرنیکو تیار ہے اور بکلی اللہ تعالے کی رضا کے نیچے ہوکر چلتا ہے چنانچہ قرآن شریف مین قربانیون کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان کا گوشت پوست یا خون خدا کو نہین پہنچتا بلکہ اصل چیز جو اللہ تعالیٰ کی نظر مین منظور ہے۔ وہ تمہارا تقوے ہے۔ قربانی کے لئے جو الفاظ عربی زبان مین استعمال کئے جاتے ہین وہ خود اس امر پر بطور دلیل کے ہین کہ قربانی کا مفہوم اسلام مین دوہرا ہے۔ یعنی ایک تو وہ قربانی جو بطور خدا تعالی کی عبادت کے کیجاتی ہے اور دوسرا روح کی سچی فرمانبرداری جو قربانی کا اصل منشار ہے۔ چنانچہ لفظ قربان قرب سے مشتق ہے جسکا منشار یہ ہے کہ جو انسان قربانی کو اخلاص اور خدا پرستی اور ایمانداری سے کرتا ہے اسکے لئے قربانی خدا تعالے کے قرب اور ملاقات کا موجب ہوتی ہے اسی طرح پر قربانی کو نسیکہ بھی کہا گیا ہے جو نسک سے مشتق ہے جسکے اصل معنے عربی زبان مین طاعت اور عبادت ہین پس یہ اشتراک معنی کہ قربانی کے الفاظ کا لغوی مفہوم طاعت اور عبادت اور قرب الٰہی ہے قطعی طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سچا عابد فی الحقیقت وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے اور اس کی راہ مین اپنے نفس کو اپنے تمام محبوبات کو اور اپنی خواہشات کو قربان کردیتا ہے۔ اور جس کی

نفسانی خواہشین ایسی مرجاتی ہین کہ گویا بالکل نیست ونابود ہو جاتی ہین جو شخص ان دو مشترک مفہومون پر غور اور تدبّر کریگا وہ آسانی سے اس بات کو معلوم کرلیگا کہ اسلام مین قربانی کا مغز اللہ تعالےٰ کی عبادت اور اطاعت ہے اور حقیقی عبادت ایک قربانی چاہتی ہے یعنی نفس امارہ کا ذبح کرنا انسان کو خدا سے دور کرتا ہے اور خدا تعالےٰ کے تعلق کے سوا باقی تمام تعلقات کا توڑ ڈالنا۔ اور خدا کی راہ مین ہر طرح کے مصائب وشدائد برداشت کرنا۔ جبتک انسان قربانی نہین کرتا وہ خدا کا حقیقی عابد نہین کہلا سکتا اور اسوقت تک غفلت کی موت سے نجات نہین پاتا یہی لفظ اسلام کا مفہوم بھی ہے یعنی خدا تعالےٰ کی مرضی کے پورے طور پر تابع ہو جانا جسکے لئے ضرورت ہے خدا کے ماسوا کی قربانی کی حقیقی مسلم وہ ہے جو کامل طور پر خدا کے تابع ہو کر چلتا ہے اور جسکے شہوات اور خواہشات پر موت وارد ہو چکتی ہے۔ حاصل کلام اسلام مین قربانی نفس کی قربانی کا ایک ظاہری نشان ہے اور اس مقصود کے لئے بطور یاددہانی کے ہے اور اس مقام کے حاصل کرنیکے لئے بطور ترغیب کے ہے اور اس حقیقت کے لئے جو سلوک تام کے بعد حاصل ہوتی ہے ایک ارہاص ہے +

یہ وہ قربانی ہے جو اسلام انسان سے اُس کی نجات کے لئے چاہتا ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہم سچی پاکیزگی حاصل کرنیکے لئے اپنے وجود کی پاک قربانی پیش کرین جو اخلاص کے پانیون سے دھوئی ہوئی اور صدق اور صبر کی آگ سے صاف کی ہوئی ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے۔ بلٰے من اسلم وجہہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون + یعنی جو شخص اپنے وجود کو خدا کے آگے رکھدے اور اپنی زندگی اسکی راہون مین وقف کرے اور نیکی کرنے مین سرگرم ہو سو وہ سرچشمہ قرب الٰہی سے اپنا اجر پائے گا۔ اور ان لوگون پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم یعنی جو شخص اپنے تمام قوے کو خدا کی راہ مین لگاوے اور خالص خدا کے لئے اسکا قول اور فعل اور حرکت اور سکون اور تمام زندگی ہو جائے۔ اور حقیقی نیکی کے بجالانے مین سرگرم رہے سو اسکو خدا اپنے پاس سے اجر دے گا اور خوف وحزن سے نجات بخشے گا۔ یاد رہے کہ یہی اسلام کا لفظ اسجگہ بیان ہوا ہے دوسرے لفظون مین قرآن شریف مین اس کا نام استقامت رکھا ہے جیساکہ وہ یہ دعا سکھلاتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی ہمین استقامت کی راہ پر قائم کر ان لوگون کی راہ جنہون نے تجھ سے انعام پایا اور جن پر آسمانی دروازے کھلے۔ واضح رہے کہ ہر ایک چیز کی وضع استقامت اس کی علت غائی پر نظر کرکے سمجھی جاتی ہے۔ اور انسان کے وجود کی علت غائی یہ ہے کہ نوع انسان خدا کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ پس انسانی وضع استقامت یہ ہے کہ جیساکہ وہ اطاعت ابدی کیلئے پیدا کیا گیا ہے ایسا ہی درحقیقت خدا کے لئے ہو جائے اور جب وہ تمام اپنے قوے سے خدا کے لئے ہو جائے گا تو بلاشبہ اسپر انعام نازل ہوگا جسکو دوسرے لفظون مین پاک زندگی کہہ

سکتے ہین - جیساکہ تم دیکھتے ہو کہ جب آفتاب کیطرف کی کھڑکی کھولی جائے تو آفتاب کی شعاعین ضرور کھڑکی کے اندر آجاتی ہین ایسا ہی جب انسان خدا تعالی کی طرف بالکل سیدھا ہو جائے اور اس مین اور خدا تعالی مین کچھ حجاب نہ رہے تب فی الفور ایک نورانی شعلہ اسپر نازل ہوتا ہے اور اسکو منوّر کر دیتا ہے اور اس کی تمام اندرونی غلاظت دھو دیتا ہے تب وہ ایک نیا انسان ہو جاتا ہے اور ایک بھاری تبدیلی اسکے اندر پیدا ہوتی ہے تب کہا جاتا ہے کہ اس شخص کو پاک زندگی حاصل ہوئی - اس پاک زندگی کے پانے کا مقام یہی دنیا ہے اسی کی طرف اللہ جلشانہ اس آیت مین اشارہ فرماتا ہے - من کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا + یعنے جو شخص اس جہان مین اندھا رہا اور خدا کے دیکھنے کا اسکو نور نہ ملا وہ اُس جہان مین بھی اندھا ہی ہوگا - غرض خدا کے دیکھنے کے لئے انسان اسی دنیا سے حواس لیجاتا ہے - جسکو اس دنیا مین یہ حواس حاصل نہین ہوئے اور اسکا ایمان محض قصوں اور کہانیون تک محدود رہا - وہ ہمیشہ کی تاریکی مین پڑے گا - غرض خدا تعالے نے پاک زندگی اور حقیقی نجات حاصل کرنیکے لئے ہمین سکھلایا ہے کہ ہم بالکل خدا کے ہو جائین اور سچی وفاداری کے ساتھ اسکے آستانہ پر گرین اور اس بدذاتی سے اپنے تئین الگ رکھین کہ مخلوق کو خدا کہنے لگین اگرچہ مارے جائین ٹکڑے ٹکڑے کئے جائین آگ مین جلائے جائین اور خدا کی ہستی پر اپنے خون سے مہر لگائین اسی وجہ سے خدا نے ہمارے دین کا نام اسلام رکھا تا یہ اشارہ ہو کہ ہمنے خدا کے آگے سر رکھدیا ہے -

اس تمام تحقیق سے یہ معلوم ہو گیا کہ قرآن کریم نجات کے لئے انسان سے کس قسم کی قربانی چاہتا ہے اسکے خلاف عیسائی ایک اور قسم کی قربانی پیش کرتے ہین جسے وہ انسان کی نجات کے لئے ضروری سمجھتے ہین - عیسائی عقیدہ کے مطابق انسان کی نجات اس امر پر موقوف نہین ہے - کہ وہ اپنی وجودی قربانی کرے یا دوسرے لفظون مین پورے طور پر اللہ تعالی کی مرضی کے تابع ہو کر ... اس کی راہون مین چلے بلکہ انکے عقیدہ کی رو سے انسانون کی نجات یسوع کی قربانی سے ہوئی جسکے متعلق وہ یہ فرض کر لیتے ہین کہ وہ تمام دنیا کے گناہ اٹھا کر لے گیا گویا خدا نے اپنا اکلوتا بیٹا گنہ گارون کی قربان کر دیا اور اس قربانی کی قدر انکے نزدیک اور بھی بڑھ جاتی ہے جب اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ خدا کے ہان یہ ایک ہی بیٹا تھا - عیسائی عقیدہ مین خدا کی محبت کی جو اسے انسان سے ہے یہ اعلے سے اعلے تجلّی ہے کہ اپنے بیٹے کو قربان کر کے گنہ گارون کو نجات دیدی اور صرف یہی ایک ذریعہ نجات کا ہے - اسلئے اب ہمین ان دونون قسم کی قربانیون کا مقابلہ کر کے یہ دیکھنا ہے کہ ان مین سے واقعی اور سچی قربانی جسکا لازمی اور قدرتی نتیجہ نجات ہو کونسی ہے - اسلئے ہم پہلے یہ دیکھین گے کہ گناہ کیا چیز ہے اور اسکا علاج کیا ہے یعنی کیونکر انسان ایک پاکیزہ زندگی حاصل کر سکتا ہے جسے انسان کی نجات سمجھنا چاہئے - گناہ درحقیقت ایک ایک ایسا زہر ہے جو اسوقت پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان خدا کی اطاعت اور پُرجوش محبت اور مجبانہ یاد

الہی سے محروم اور بے نصیب ہوا اور جیسا کہ ایک درخت جب زمین سے اکھڑ جائے اور پانی چوسنے کے قابل نہ رہے تو وہ دن بدن خشک ہونے لگتا ہے اور اس کی تمام سرسبزی برباد ہو جاتی ہے یہی حال اُس انسان کا ہوتا ہے جسکا دل خدا کی محبت سے اکھڑا ہوا ہوتا ہے پس خشکی کی طرح گناہ اُسپر غلبہ کرتا ہے سو اس خشکی کا علاج خدا کے قانون قدرت مین تین طور سے ہے (۱) ایک محبت (۲) استغفار جسکے معنے ہین دبانے اور ڈھانکنے کی خواہش کیونکہ جب تک مٹی مین درخت کی جڑ جمی رہے تب تک وہ سرسبزی کا امیدوار ہوتا ہے (۳) تیسرا علاج توبہ ہے یعنے زندگی کا پانی کھینچنے کے لئے تذلل کے ساتھ خدا کیطرف پھرنا اور اس سے اپنے تئین نزدیک کرنا۔ اور معصیت کے حجاب سے اعمال صالح کے ساتھ اپنے تئین باہر نکالنا۔ اور توبہ صرف زبان سے نہین ہے بلکہ توبہ کا کمال اعمال صالح کے ساتھ ہی تمام نیکیان توبہ کی تکمیل کے لئے ہین کیونکہ سب سے مطلب یہ ہے کہ ہم خدا سے نزدیک ہو جائین۔ دعا بھی توبہ ہے کیونکہ اس سے بھی ہم خدا کا قرب ڈھونڈتے ہین اس لئے خدا نے انسان کی جان کو پیدا کرکے اسکا نام روح رکھا کیونکہ اسکی حقیقی راحت اور آرام خدا کے اقرار اور اس کی محبت اور اسکی اطاعت مین ہے اور اسکا نام نفس* رکھا کیونکہ وہ خدا سے اتحاد پیدا کرنیوالا ہے۔ خدا سے دل لگانا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ باغ مین وہ درخت ہوتا ہے جو باغ کی زمین سے خوب پیوستہ ہوتا ہے یہی انسان کا جنت ہے۔ اور جس طرح درخت زمین کے پانی کو چوستا اور اپنے اندر کھینچتا اور اس سے اپنے زہریلے بخارات باہر نکالتا ہے اسی طرح انسان کے دل کیحالت ہوتی ہے کہ وہ خدا کی محبت کا پانی چوسکر زہریلے مواد کے نکالنے پر قوت پاتا ہے اور بڑی آسانی سے ان مواد کو دفع کرتا ہے اور خدا مین ہوکر پاک نشو و نما پاتا جاتا ہے اور بہت پھیلتا اور خوشنما سرسبزی دکھلاتا اور اچھے پھل لاتا ہے مگر جو خدا مین پیوستہ نہین وہ نشو و نما دینے والے پانی کو چوس نہین سکتا اسلئے دمبدم خشک ہوتا چلا جاتا ہے آخر پتے بھی گر جاتے ہین اور خشک اور بدشکل ٹہنیان رہجاتی ہین پس چونکہ گناہ کی خشکی بے تعلقی سے پیدا ہوتی ہے اسلئے اس خشکی کے دور کرنے کے لئے سیدھا علاج مستحکم تعلق ہے جسپر قانون قدرت گواہی دیتا ہے اس کی طرف اللہ جلّشانہ اشارہ کرکے فرماتا ہے۔ یاایّتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربّک راضیۃً مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ یعنے اے وہ نفس جو خدا سے آرام یافتہ ہے اپنے رب کیطرف واپس چلا آ۔ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی۔ پس میرے بندون مین داخل ہو جا۔ اور میرے بہشت کے اندر آ +

غرض گناہ کے دور کرنیکا علاج صرف خدا کی محبت اور عشق ہے۔ لہذا وہ تمام اعمال صالحہ جو محبت اور عشق کے سرچشمہ سے نکلتے ہین گناہ کی آگ پر پانی چھڑکتے ہین۔ کیونکہ انسان خدا کے لئے نیک کام کرکے اپنی محبت پر مہر لگاتا ہے۔ یہ ہنسی کی بات ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے سر درد پر رحم کرکے اپنے سر پر پتھر مارلے یا دوسرے کے بچانے کے خیال سے خودکشی کرلے۔ دنیا مین کوئی ایسا دانا نہین ہوگا کہ ایسی

* نفس لغت مین عین شے کے معنے رکھتا ہے۔ منہ۔

خودکشی کو انسانی ہمدردی مین خیال کرسکے۔ اگر بالفرض ایسا شخص ہمدردی کے خیال سے بھی ایسا فعل کرتا ہے تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے اندر دوسرے کے بچانے کی طاقت نہین پاتا اور اسلئے مایوس ہوکر اپنی زندگی کا بھی خاتمہ کردیتا ہے۔ بیشک انسانی ہمدردی عمدہ چیز ہے اور دوسرون کے بچانیکے لئے تکلیف اٹھانا بڑے بہادرون کا کام ہے۔ مگر کیا ان تکلیفونکے اٹھانے کی یہی راہ ہے۔ جو یسوع کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کاش اگر یسوع خودکشی سے اپنے تئین بچاتا اور دوسرونکے آرام کے لئے معقول طور پر عقلمندون کی طرح تکلیفین اٹھاتا تو اس کی ذات سے دنیا کو فایدہ پہنچ سکتا تھا۔ مثلاً اگر ایک غریب آدمی گھر کا محتاج ہے اور معمار لگانے کی طاقت نہین رکھتا تو اس صورت مین اگر ایک معمار اسپر رحم کرکے اسکا گھر بنانے مین مشغول ہوجائے اور بغیر لینے اجرت کے چند روز سخت مشقت اٹھاکر اسکا گھر بنادیوے تو بیشک یہ معمار تعریف کے قابل ہوگا اور بیشک اس نے ایک مسکین پر احسان بھی کیا ہے جسکا گھر بنادیا لیکن اگر وہ اس شخص پر رحم کرکے اپنے سر پر پتھر مارلے تو اُس غریب کو اس سے کیا فایدہ پہنچیگا۔ افسوس دنیا مین بہت تھوڑے لوگ ہین جو نیکی اور رحم کرنیکے معقول طریقون پر چلتے ہین اگر یہ سچ ہے کہ یسوع نے اس خیال سے کہ میرے مرنے سے لوگ نجات پاجائینگے درحقیقت خودکشی کی ہے تو یسوع کی حالت نہایت ہی لایق رحم ہے اور یہ واقعہ پیش کرنے کے لایق نہین بلکہ چھپانے کے لایق ہے۔

اور اگر ہم عیسائیونکے اس اصول کو لعنت کے مفہوم کے رو سے جانچین جو مسیح کی نسبت تجویز کی گئی ہے تو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس اصول کو قائم کرکے عیسائیون نے یسوع مسیح کی وہ بے ادبی کی ہے جو دنیا کی کسی قوم نے اپنے رسول یا نبی کی نہین کی ہوگی کیونکہ یسوع کا لعنتی ہوجانا گو وہ تین دن کے لئے ہی سہی عیسائیونکے عقیدہ مین داخل ہے اور اگر یسوع کو لعنتی نہ بنایا جائے تو مسیحی عقیدہ کے رو سے کفارہ اور قربانی وغیرہ سب باطل ہوجاتے ہین۔ گویا اس تمام عقیدہ کا شہتیر لعنت ہی ہے ✣

اور یہ باتین جو یسوع نوع انسان کی محبت کیلئے دنیا مین بھیجا گیا اور نوع انسان کی خاطر اس نے اپنے تئین قربان کیا۔ یہ تمام کارروائی عیسائیون کے خیال مین اس شرط سے مفید ہے کہ جب یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یسوع اول دنیا کے گناہون کے باعث ملعون ہوا۔ اور لعنت کی لکڑی پر لٹکایا گیا اس لئے یسوع مسیح کی قربانی لعنتی قربانی ہے گناہ سے لعنت آئی اور لعنت سے صلیب ہوئی اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ لعنت کا مفہوم کسی راستباز کیطرف منسوب کرسکتے ہین؟ سو واضح ہو کہ عیسائیون نے یہ بڑی غلطی کی ہے کہ یسوع کی نسبت لعنت کا اطلاق جائز رکھا گو وہ تین دن تک ہی ہو یا اس سے بھی کم کیونکہ لعنت ایک ایسا مفہوم ہے جو شخص ملعون کے دل سے تعلق رکھتا ہے

اور کسی شخص کو اسوقت لعنتی کہا جاتا ہے جبکہ اسکا دل خدا سے بالکل برگشتہ اور اسکا دشمن ہو جائے اسلئے لعین شیطان کا نام ہے اور اس بات کو کون نہین جانتا کہ لعنت قرب کے مقام سے رد کرنیکو کہتی ہین اور یہ لفظ اس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جسکا دل خدا کی محبت اور اطاعت سے دور جا پڑے اور درحقیقت وہ خدا کا دشمن ہو جائے لفظ لعنت کے یہی معنے ہین جسپر تمام اہل لغت نے اتفاق کیا ہے۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ اگر درحقیقت یسوع مسیح پر لعنت پڑ گئی تھی تو اس سے لازم آتا ہے کہ درحقیقت وہ مورد غضب الہی ہو گیا تھا اور وہ خدا کا دشمن ہو گیا تھا اور خدا اس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو گیا تھا جیسا کہ لعنت کا مفہوم ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ لعنت کے دنون مین درحقیقت کافر اور خدا سے برگشتہ اور خدا کا دشمن اور شیطان کا حصہ اپنے اندر رکھتا تھا پس یسوع کی نسبت ایسا اعتقاد کرنا گویا نعوذ باللہ اسکو شیطان کا بھائی بنانا ہے ایک راستباز نبی کی نسبت ایسی بے باکی کوئی خدا ترس نہین کریگا بجز اس شخص کے جو خبیث طبع اور ناپاک طبع ہو +

پس جبکہ یہ بات باطل ہوئی کہ حقیقی طور پر یسوع مسیح کا دل مورد لعنت ہو گیا تھا پس ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ایسی لعنتی قربانی بھی باطل اور نادان لوگون کا اپنا منصوبہ ہے۔ اگر نجات اسی طرح حاصل ہو سکتی ہے کہ اول یسوع کو شیطان اور خدا سے برگشتہ اور خدا سے بیزار ٹھہرایا جاوے تو لعنت ہے ایسی نجات پر!! اس سے بہتر تھا کہ عیسائی اپنے لئے دوزخ قبول کر لیتے لیکن خدا کے ایک مقرب کو شیطان کا لقب نہ دیتے افسوس کہ ان لوگون نے کیسی بیہودہ اور ناپاک بات تو نیر بھروسہ کر رکھا ہے ایک طرف تو خدا کا بیٹا اور خدا سے نکلا ہوا اور خدا سے ملا ہوا فرض کرتے ہین اور دوسری طرف شیطان کا لقب اسکو دیتے ہین کیونکہ لعنت شیطان سے مخصوص ہے اور لعین شیطان کا نام ہے اور لعنتی وہ ہوتا ہے جو شیطان سے نکلا اور شیطان سے ملا ہوا اور خود شیطان ہے۔ پس عیسائیونکے عقیدہ کے رو سے یسوع مین دو قسم کی تثلیث پائی گئی۔ ایک رحمانی اور ایک شیطانی اور نعوذ باللہ یسوع نے شیطان مین ہو کر شیطان کے ساتھ اپنا وجود ملایا اور لعنت کے ذریعہ سے شیطانی خواص اپنے اندر لئے۔ یعنے یہ کہ خدا کا نافرمان ہوا خدا سے بیزار ہوا خدا کا دشمن ہوا۔ اب ناظرین انصاف فرماوین کہ کیا یہ مشن جو مسیح کیطرف منسوب کیا جاتا ہے کوئی روحانی یا معقولی پاکیزگی اپنے اندر رکھتا ہے؟ کیا دنیا مین اس سے بدتر کوئی اور عقیدہ بھی ہوگا کہ ایک راستباز کو اپنی نجات کیلئے خدا کا دشمن اور خدا کا نافرمان اور شیطان قرار دیا جائے؟ خدا کو جو قادر مطلق اور رحیم کریم تھا اس لعنتی قربانی کی کیا ضرورت پڑی؟۔

پھر جب اس اصول کو اس پہلو سے دیکھا جائے کہ کیا اس لعنتی قربانی کی تعلیم یہودیونکو بھی دیگئی ہے یا نہین تو اور بھی اسکے کذب کی حقیقت کھلتی ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالے کے

ہاتھ مین انسانون کی نجات کے لئے صرف یہی ایک ذریعہ تھا کہ اسکا ایک بیٹا ہوا اور وہ تمام گنہ گارونکی لعنت کو اپنے ذمہ لے لے اور پھر لعنتی قربانی بنکر صلیب پر کھینچا جائے تو یہ امر ضروری تھا کہ یہودیونکو لئے توریت اور دوسری کتابون مین جو یہودیونکے ہاتھ مین ہین اس لعنتی قربانی کا ذکر کیا جاتا۔ کیونکہ کوئی عقلمند اس بات کو باور نہین کرسکتا کہ خدا کا وہ ازلی ابدی قانون جو انسانون کی نجات کے لئے اس نے مقرر کر رکھا ہے ہمیشہ بدلتا رہے اور توریت کے زمانہ مین کوئی اور ہو اور انجیل کے زمانہ مین کوئی اور قرآن کے زمانہ مین کوئی اور ہو۔ اب ہم جب تحقیق اور تفتیش کی نظر سے دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ توریت اور یہودیون کی تمام کتابون مین اس لعنتی قربانی کی تعلیم نہین ہے۔ نجات کے بارہ مین توریت کی تعلیم بالکل قرآن کے مطابق ہے یعنے خدا کی طرف سچا رجوع کرنا اور گناہون کی معافی چاہنا اور جذبات نفسانیہ سے دور ہوکر خدا کی رضا کے لئے نیک اعمال بجالانا اور اسکے حدود اور قوانین اور احکام اور وصیتون کو بڑے زور اور سختی کشی کے ساتھ بجالانا یہی ذریعہ نجات ہے جو بار بار توریت مین ذکر کیا گیا جسپر ہمیشہ خدا کے مقدس نبی پابندی کراتے چلے آئے ہین اور جسکے چھوڑنے پر عذاب بھی نازل ہوتے رہے ہین۔

اب ہم مختصر طور پر یہ دکھانا چاہتے ہین کہ یسوع کی قربانی کے متعلق عیسائیونکے درمیان یہ خیال کیونکر پیدا ہوا۔ ایک ہی امر پر غور کرنیسے یہ فیصلہ ہوجاتا ہے کہ عیسائیون نے یہ عقیدہ کس طرح بنایا۔ مسیح سے پہلے جو نبی گذرے ہین ان کے متعلق تو ہم دکھا چکے ہین کہ انہون نے عیسائیون والے طریق نجات کی کبھی تعلیم نہین دی لیکن عجیب بات یہ ہے کہ خود یسوع نے بھی اس عقیدہ کی تعلیم اپنی ساری عمر مین نہین دی اور وہ اپنی پیدائش سے لیکر موت تک یہودی عقیدہ کا پابند رہا۔ اسکی شہادت اناجیل سے ملتی ہے۔ یسوع کی ماں کا بچہ جننے کے بعد موسوی شریعت کے مطابق قربانی کرنا۔ یسوع کا اپنا معمہ والدین کے ہمراہ شلم کو عید فسح کے موقعہ پر جانا اور پھر صلیب سے پہلی رات اپنے تمام شاگردون سمیت عید فسح کا منانا یہ تمام امور ۔۔۔ اناجیل مین مذکور ہین ظاہر کر رہے ہین بلکہ قطعی طور سے اس امر کو ثابت کر رہے ہین کہ پیدائش سے لیکر موت تک یسوع موسوی شریعت پر عمل کرتا رہا۔ اور اسکو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا رہا اور خود کوئی نیا عقیدہ اپنی قربانی کا اس نے نہین سکھایا۔ یہی نہین کہ یسوع خود ہی موسوی شریعت کے احکام کے مطابق اسی معمولی قربانی کا پابند رہا ہے بلکہ وہ تعلیم بھی اسی قربانی کی دیتا رہا اور ایک لفظ تک اناجیل مین نہین پایا جاتا جس سے معلوم ہو کہ یسوع یہ سمجھتا تھا کہ اسکی قربانی سے پچھلی قربانیونکا قانون منسوخ ہوچکا ہے انجیلونکے قصے کے مطابق اس نے جب ایک مجذوم کو اچھا کیا تو اسے کہا کہ کاہن کے پاس جا اور موسےٰ کی شریعت کے مطابق قربانی گذران (مرقس ۱/۴۴)۔ ظاہر ہے کہ جس آدمی پر ایسا بڑا معجزہ یسوع نے دکھایا یا وہ اسپر ایمان

بھی رکھتا ہوگا لیکن باوجود ایمان کے یسوع نے اسے شریعت کے مطابق قربانی کرنیکا حکم دیا۔ اور پھر اپنی پہاڑی وعظ مین جس پر عیسائیون کو بہت بڑا فخر ہے۔ یسوع کہتا ہے "پس اگر تو قربانگاہ مین اپنی نذر لیجاوے اور وہان تجھے یاد آوے کہ تیرا بھائی تجھ سے کچھ مخالفت رکھتا ہے تو وہان اپنی نذر قربانگاہ کے سامنے چھوڑ کے چلا جا۔ پہلے اپنے بھائی سے میل کر تب آکے اپنی نذر گذران" (متی ۵ ۲۳-۲۴) یہ یسوع کی صاف صاف تعلیم ہے۔ علاوہ ازین اس کی اس تعلیم مین جو اناجیل مین موجود ہے ایک لفظ بھی ایسا نہین ملتا جس سے یہی سمجھا جاوے کہ یہودیون مین قربانی کے اصول پر اس نے کوئی نئی روشنی ڈالی ہو یا اسکا بنی اسرائیل کے پیغمبرون کی نسبت کوئی عمدہ فلسفہ بیان کیا ہو۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ یہود کے اندر قربانی کا مسئلہ ایک سطحی مسئلہ یا روحانیت سے خالی تھا۔ بلکہ انبیاء نے قربانی کی اصل حقیقت کو ان پر خدا تعالے سے الہام پاکر منکشف کر دیا تھا۔ بعنوان "روحانیت مسئلہ قربانی" جیوش انسکلو پیڈیا جلد ۲ صفحہ ۲۷۶- پر لکھا ہے "موسوی شریعت مین قربانی کا خون گرانیکا یہ مطلب تھا کہ خدا تعالی سے دوبارہ تعلق قائم کیا جاوے اور روح اور اسکے خالق کے درمیان بُعد کو دور کرکے پھر صلح پیدا ہو۔ اسلئے اس قسم کی قربانی کے ساتھ گناہون کا اقرار بھی لازمی تھا جن گناہونکے کفارہ کے طور پر قربانی دیجاتی تھی..... یا جیسا کہ فائلو کہتا ہے "یہ غرض بغیر توبہ کے خلوص کے حاصل نہین ہوسکتی یعنی صرف الفاظ سے نہین بلکہ اعمال سے اور ایسی تسلیم سے جو اسے بیماری سے شفا دے اور اسکی صحت کو قائم کرے" اور پھر لکھا ہے "در آنحالیکہ قربانی کی رسومات صرف لوگون کے دلون پر اللہ تعالے کی تقدیس اور انسان کی گنہ گاری کے خطرناک نتائج کا اثر پیدا کرنیوالی تھین گناہونکے کفارہ کا خیال انبیا کی زندگی اور تعلیم مین ایک بڑے گہرے اور روحانی معنے حاصل کر چکا تھا ہوسیع۔ عاموس۔ میکہ اور فرقی ایل نے توبہ کے سوا کوئی ذریعہ اللہ تعالے سے صلح کا اور گناہ کے بُعد کو دور کرنیکا نہین تسلیم کیا" چنانچہ ہوسیع باب ۱۴ مین ہے۔ اے اسرائیل تو خداوند اپنے خدا کیطرف پھر کیونکہ تو اپنی بدکاری کے سبب گر گیا۔ تم کلمہ ساتھ لے کے خداوند کیطرف پھرو۔ اور اسے کہو کہ ساری بدکاری کو دور کر اور ہمین عنایت سے قبول کر۔ تب ہم اپنے ہونٹھون کے بچھڑے نذر گذرانین گے (ہوسیع ۱۴ ۱-۲) اور ایسا ہی میکہ نبی کہتا ہے۔ مین کیا لیکے خداوند کے حضور مین آؤن اور خدا تعالے کے آگے کیونکر سجدہ کرون کیا سوختنی قربانیون اور ایک سالہ بچھڑون کو لیکر اسکے آگے آؤنگا۔ کیا خداوند ہزارون مینڈھون سے یا تیل کی دس ہزار نہرون سے خوش ہوگا کیا مین اپنے پلوٹھے کو اپنے گناہ کے عوض اپنے پیٹ کے پھل کو اپنی جان کی خطا کے بدلے مین دیڈالونگا۔ اے انسان اس نے تجھے وہ دکھایا ہے جو کچھ کہ بھلا ہے اور خداوند تجھ سے اور کیا چاہتا ہے مگر یہ کہ تو انصاف کرے اور رحمدلی کو پیار کرے اور اپنے خدا کے ساتھ فروتنی سے چلے۔ (میکہ ۶ ۶-۸) ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہودیونکا اصل عقیدہ کیا تھا اور یسوع نے

نہ اس سے کچھ کم کیا اور نہ اسپر کچھ بڑھایا بلکہ اسیکا پابند رہا۔ ابتدائی زمانہ کے عیسائی بھی اپنے استاد کے قدم بقدم چلتے رہے اور ہیکل مین عبادت کرتے اور قربانیان گذرانتے رہے جیسا کہ یہودی کرتے تھے بلکہ پولوس بھی جس نے آخر کار شریعت کے احکام کو چھوڑ کر نیا دین بنایا۔ ابتدائے زمانہ مین جب اس نے عیسائی واعظ کا کام شروع کیا اسی عقیدے کا پابند تھا چنانچہ فیلکس کے سامنے اس نے یہی اظہار دیا کہ مین موسوی شریعت کے مطابق عبادت کرتا اور نذر چڑھاتا اور شریعت کے سب احکام پر یقین رکھتا ہون۔ (اعمال باب ۲۴)۔

ان تمام باتونپر غور کرکے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کی صلیب سے کچھ عرصہ بعد تک عیسائیون نے ہرگز کوئی نیا عقیدہ نجات کا نہین گھڑا اور نہ ہی پچھلے عقیدہ کو منسوخ سمجھا۔ بلکہ یہ بھی نہین کہ صلیب سے مابعد ان کا عقیدہ بدل گیا ہو۔ اور یہ سمجھ لیا گیا ہو کہ یسوع کی قربانی نجات کے لئے ایسی کافی ہے کہ نجات کا طریقہ جو انبیاء نے سکھایا تھا وہ اس سے منسوخ ہوگیا۔ اگر یسوع اپنی موت کا واقعی کوئی ایسا اثر سمجھتا تو سب سے پہلے وہ اپنے حواریون کو یہ تعلیم دیتا کہ میری موت سے موسےٰ کی شریعت منسوخ ہوجائیگی اور عیسائیونکا ابتدا ہی سے یہی عقیدہ ہوتا۔ لیکن امر واقع یہ ہے کہ یہ عقیدہ بتدریج پیدا ہوا اور بڑھتا گیا جیسا کہ نئے مشکلات پیش آتے گئے پہلے یسوع کی قربانی کو محض استعارہ کے رنگ مین بیان کیا گیا اور پھر آہستہ آہستہ اسکے لفظی معنے لئے گئے۔ یسوع کی ظاہری موت اس کی رسالت سے اسقدر تھوڑا عرصہ بعد اسقدر مشکلات کا سبب نہ تھے۔ جیسے کہ اس موت کا طریق۔ موسےٰ کی شریعت نے یہ فتوے دیا تھا کہ جو صلیب پر مرے گا وہ خدا کی لعنت کے نیچے ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ یہودیون نے سازش کی کہ مسیح کو صلیب مارا جائے تاکہ عوام کی یہ بات ذہن نشین ہوجائے کہ یسوع بہ سبب ہونیکے (نعوذ باللہ) خدا کی لعنت کے نیچے ہے اور اسلئے وہ سچا نبی بلکہ ایک راستباز انسان بھی نہین ہوسکتا۔ بظاہر اس مدعا مین یہودی کامیاب بھی ہوگئے۔ اور اسواسطے جب وہ عیسائیونکو بار بار یہ طعنے دینے لگے کہ تمہارا مرشد خدا کی لعنت کے نیچے ہے۔ تو عیسائی مجبور ہوئے کہ اس کی صلیب کے لئے کوئی توجیہ پیدا کرین یعنی یہ توجیہ انکو سوجھی کہ یسوع لوگون کی خاطر قربان ہوا اور انہی کی خاطر ملعون ہوا۔ اور جب ایک دفعہ یہ توجیہ کارگر معلوم ہوئی تو پھر دن بدن اسکا اثر زیادہ پھیلنا شروع ہوگیا۔ یہ خیال بھی تو بیت سے ہی لیا گیا جہان انبیاء کی اپنی امتون کیخاطر طرح طرح کے مصائب برداشت کرنیکا ذکر ہے۔ انبیاء بھی اپنی امتون کے گناہونکی لئے معافی چاہتے تھے مگر نہ خود کشی کرکے بلکہ روزے اور عبادت اور دعا اور شفاعت کے ذریعہ چنانچہ جب حضرت موسےٰ کی قوم نے بچھڑون کی عبادت کی تو اللہ تعالےٰ انپر سخت ناراض ہوا اور انکو ہلاک کرنیکا ارادہ کیا تب موسےٰ خدا کے آگے روئے اور تضرع کیا اور دعا کی کہ اس عذاب کو اس کی قوم کے سر سے ٹالدیا جائے اور ان کا گناہ معاف کردیا جائے۔ تب حضرت موسےٰ کی شفاعت اللہ تعالےٰ

نے قبول کرکے بنی اسرائیل کے گناہ کو معاف کیا (خروج ۳۲ باب ۳۰) یہ معنے تھے راستبازون کے گنہ گارون کی خاطر مصایب برداشت کرنیکے اور ہر ایک عقلمند انسان آسانی سے اسکو سمجھ سکتا ہے لیکن عیسائیون کو جب سخت مشکلات کا سامنا ہوا تو انہون نے اسی خیال سے ایک پرلے درجہ کا بیہودہ عقیدہ بنا لیا کہ ایک انسان باقی دنیا کے لئے خودکشی کرکے انکو نجات دے سکتا ہے اور خود ان کی ساری لعنتین اٹھا لیتا ہے اور جو نتایج سزا اور عذاب کے گنہ گارون نے بھگتنے تھے وہ خود بھگت سکتا ہے یعنی خدا سے بیگانہ ہو جاتا ہے بیزار ہو جاتا ہے اسکا دشمن ہو جاتا ہے اور شیطان کا بھائی بن جاتا ہے +

پھر جب اس عقیدہ کو اس پہلو سے دیکھا جائے کہ باوجودیکہ توریت کی متوارث اور قدیم تعلیم کی مخالفت کی گئی اور ایک کا گناہ دوسرے پر ڈالا گیا اور ایک راستباز کے دل کو لعنتی اور خدا سے دور اور مہجور اور شیطان کا ہم خیال ٹھہرایا گیا پھر ان سب خرابیونکے ساتھ اس لعنتی قربانی کو قبول کرنیوالون کے لئے فائدہ کیا ہوا۔ کیا وہ گناہ سے باز آگئے یا ان کے گناہ بخشے گئے تو اور بھی اس عقیدہ کی لغویت ثابت ہوتی ہے کیونکہ گناہ سے باز آنا اور سچی پاکیزگی حاصل کرنا تو بداہت خلاف واقعہ ہے کیونکہ یسوع کے حواریون سے بھی ایمان لانے کے بعد قابل شرم گناہ سرزد ہوئے اور یورپین جو آج کل شرابخواری اور زناکاری کا طوفان برپا ہے اسکے لکھنے کی حاجت نہین۔

اب دوسرا شق یہ ہے کہ اگر گناہ رک نہین سکتے تو کیا اس لعنتی قربانی سے ہمیشہ گناہ بخشے جاتے ہین۔ گویا یہ ایک نسخہ ہے کہ ایک طرف ایک بدمعاش ناحق کا خون کرکے یا چوری کرکے یا جھوٹی گواہی سے کسی کے مال یا جان یا آبرو کو نقصان پہنچا کر دریا کسی کے مال کو غبن کیطور پر دبا کر اور پھر اس لعنتی قربانی پر ایمان لاکر خدا کے بندون کے حقوق کو ہضم کر سکتا ہے اور ایسا ہی زناکاری کی ناپاک حالت مین ہمیشہ رہ کر صرف لعنتی قربانی کا اقرار کرکے خدا تعالے کے قہری مواخذہ سے بچ سکتا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ ایسا ہرگز نہین کیونکہ اس سے تو کوئی گناہ گناہ نہین رہتا اور مذہب کی آڑ مین ہر قسم کی بدمعاشی جائز ہو جاتی ہے علاوہ ازین کفارے کے عقیدے کو ان ہر دو نتایج سے کوئی تعلق بھی نہین یہ ایک لغو خیال ہے کہ جب ایک انسان یہ خیال کرے کہ یسوع اس کی خاطر مر گیا ہے تو وہ گناہ سے بچ جاتا ہے یا گناہ کرے تو اسکے گناہ معاف ہو جاتے ہین ہم پہلے دکھا چکے ہین کہ گناہ کیا چیز ہے اور اسکا علاج کیا ہے۔

غرضیکہ اس امر کا کوئی ثبوت نہین کہ یسوع کی قربانی نجات کا ذریعہ ہو سکتی ہے یا انسان کو پاک زندگی عطا کر سکتی ہے بلکہ سچا عقیدہ یہی ہے کہ انسان کے اپنے نفس اور خواہشات کی قربانی ہی اسے اللہ تعالے کا مقرب بنا سکتی ہے ہم یہ نہین کہتے کہ عیسائیون مین اچھے لوگ بالکل نہین بلکہ ہمارا منشا یہ ہے کہ جو لوگ ان مین سے نیکی پر قائم ہین وہ ایک کم درجہ کی نیکی انکی فطرتی سعادت

کے سبب سے ہے نہ کفارے سے۔ لیکن مذہب کے اثر کے رو سے کسی قوم کا اچھا نمونہ ٹھہرانا کسی مذہب کو کسی قوم کی شائستگی کا اصل موجب قرار دینا اسوقت ثابت ہوگا کہ اس مذہب کے بعض کامل پیروؤں میں اس قسم کے روحانی کمال پائے جائیں جو دوسرے مذہب میں ان کی نظیر نہ مل سکے سو ہم زور سے کہتے ہیں کہ یہ خاصہ اسلام میں ہے اسلام نے ہزاروں لوگوں کو اس درجہ کی پاک زندگی تک پہنچایا ہے جنہیں کہہ سکتے ہیں کہ گویا خدا کی روح ان کے اندر سکونت رکھتی ہے قبولیت کی روشنی انکے اندر ایسی پیدا ہوگئی ہے کہ گویا وہ خدا کی تجلیات کے مظہر ہیں۔ یہ لوگ ہر ایک صدی میں ہوتے رہے ہیں اور ان کی پاک زندگی بے ثبوت نہیں اور نرا اپنے منہ کا دعوے نہیں بلکہ خدا گواہی دیتا رہا ہے کہ ان کی پاک زندگی ہے۔ یاد رہے کہ خدا تعالے نے قرآن شریف میں اعلے درجہ کی پاک زندگی کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ ایسے شخص سے خوارق ظاہر ہوتے ہیں اور خدا تعالے ایسے شخصوں کی دعا سنتا ہے اور ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور پیش از وقت انکو غیب کی خبریں بتلاتا ہے اور انکی تائید کرتا ہے سو ہم دیکھتے ہیں کہ ہزاروں اسلام میں ایسے ہوتے آئے ہیں چنانچہ اس زمانہ میں یہ نمونہ دکھلانے کے لئے حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود ہیں جن پر یہ تمام برکات اکمل اور اتم طور پر نازل ہو رہی ہیں۔ مگر عیسائیوں میں یہ لوگ کہاں اور کس ملک میں رہتے ہیں جو انجیل کے قرار دادہ نشانوں کے موافق اپنا حقیقی ایمان اور پاک زندگی ثابت کر سکتے ہیں؟ ہر ایک چیز اپنی نشانیوں سے پہچانی جاتی ہے جیسا کہ ہر ایک درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اور اگر پاک زندگی کا صرف دعوے ہی ہو اور کتابوں کے مقرر کردہ نشان اس دعوے پر گواہی نہیں دیتے تو یہ دعوے باطل ہے کیا انجیل نے سچے اور واقعی ایمان کی کوئی نشانی نہیں لکھی؟ کیا اس نے ان نشانوں کو فوق العادت کے رنگ میں بیان نہیں کیا؟ پس اگر انجیلوں میں سچے ایماندار کے نشان لکھے ہیں تو ہر ایک عیسائی پاک زندگی کے مدعی کو انجیل کے نشانوں کے موافق آزمانا چاہیئے۔ ایک بڑے بزرگ پادری کا ایک غریب سے غریب مسلمان کے ساتھ روحانی روشنی اور قبولیت میں مقابلہ کر کے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ حقیقی ایمان اور واقعی پاک زندگی جو آسمانی روشنی سے حاصل ہو بجز اسلام کے کسی طرح مل نہیں سکتی۔ یہ پاک زندگی جو اہل اسلام کو ملی ہے۔ یہ صرف منہ کی لاف و گزاف نہیں اس پر آسمانی گواہیاں ہیں کوئی پاک زندگی بجز آسمانی گواہی کے ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور کسی کے چھپے ہوئے نفاق اور بے ایمانی پر ہم اطلاع نہیں پا سکتے ہاں جب آسمانی گواہی والے پاک دل لوگ کسی قوم میں پائے جائیں تو باقی تمام قوم کے لوگ بظاہر پاک زندگی نما بھی پاک زندگی والے سمجھے جائینگے کیونکہ قوم ایک وجود کے حکم میں ہے اور ایک ہی نمونہ سے ثابت ہو سکتا ہے کہ اس قوم کو آسمانی پاک زندگی مل سکتی ہے +

# الیسن اور اکبر مسیح کے مضامین عصمت انبیاء پر

## گذشتہ اشاعت سے آگے

حضرت آدم علیہ السلام کے ممنوع پھل کھانیکے متعلق ہم کُل بحث رسالہ کے پچھلے نمبر مین کر چکے ہین۔ اور انکے باقی اعتراضون کا جواب جو حضرت آدمؑ کے متعلق یا حید مسیح حضرت داؤدؑ کے متعلق ہین اب دیتے ہین۔ ان الزامات کا مفصل جواب ہم سال گذشتہ مین جولائی اور اگست کے پرچون میں دیچکے ہین۔ اور الیسن یا الف میم دونون مین سے کسی نے ہماری ایک دلیل کا بھی جواب نہین دیا اور نہ جواب دینے کی کوشش کی ہے مثلاً ہم نے دس دلایل اس دعوے کے اثبات مین دئے تھے کہ سورہ اعراف کی آیت زیر بحث مین آدم اور حوا کا ذکر نہین ہے لیکن ہر دو معترضین نے جنکا دعوے یہ ہے کہ وہ ہمارے مضمون کی تردید کرچکے ہین ایک دلیل پر بحث نہین کی۔ شاید ہم یہ کہنے مین غلطی پر نہین کہ اس طریق بحث سے یہ لوگ پبلک کو دھوکا دے رہے ہین یعنی اس امر کو چھپا کر کہ انہون نے تردید کوئی نہین کی۔ کتابون مین اور اخبارون مین مضمون اس رنگ مین لکھ رہے ہین کہ گویا ہمارے دلائل کی تردید کرچکے ہین۔ مشکل یہ ہے کہ اگر مباحثہ اسی صورت مین چلا جائے تو کبھی ختم نہین ہو سکتا۔ چونکہ بے ضرورت ان مضامین کو طوالت دینا فضول ہے اسلئے جو دلایل ہم پہلے دیچکے ہین اور جنکا ابتک کوئی جواب نہین دیا گیا انکو ہم اسجگہ نہین دہرائین گے ناظرین کو چاہیئے کہ مضمون کو پورے طور پر سمجھنے کیلئے پہلے مضامین کو ساتھ پڑھین

الف میم روحانی امور مین قدم قدم پر ٹھوکر کھاتا ہے۔ اسکے طریق مناظرہ سے یہی سمجھ آتا ہے کہ وہ کسی اور کام کے لئے بنایا گیا ہے اسکے نزدیک یہ ناممکن ہے کہ انسان خدا تعالے کی رضامندی کی راہون مین چل سکے اور اسکے نزدیک صالحین کبھی گناہ سے محفوظ نہین ہو سکتے بلکہ ہر ایک آدمی جو دنیا مین پیدا ہوا شیطان کے قابو مین چلا آیا ہے اور اسلئے اسے اس بات سے بہت تعجب ہوا ہے کہ ہم صالحین کے متعلق بھی یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ اللہ تعالے انکو گناہ سے محفوظ کر دیتا ہے صرف اگر وہ صالح کے معنے ہی کسی لغت کی کتاب مین دیکھ لیتا تو ایسا اعتراض جس کی وجہ صرف ناواقفیت ہے نہ کرتا۔ صالح کے معنے ہین ایسا انسان جو نیک ہو۔ کسی قسم کا فساد اپنے اندر نہ رکھتا ہو۔ راستباز ہو۔ پاک ہو اور نیک کام کرنیوالا ہو۔ قرآن شریف انبیاء کو صالحین مین سے قرار دیتا ہے اور نہ ہی جیسا کہ پادریونکا خیال ہے حضرت مسیح کو مستثنی کرتا ہے کہ وہ صالحین مین سے ایک نہ تھے بلکہ انکو خصوصیت سے من الصالحین کہا ہے یعنی وہ بھی صالحین مین سے ایک تھے اور یہ کلمہ تعریف کے موقعہ پر استعمال کرتا ہے۔ تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ حضرت

مسیح کو انصالحین مین سے ہونیکا فخر ہوا اور ان کے جھوٹے پیرو ون کو آج شرم آتی ہو کہ انہین صالحین
مین سے ایک سمجھین۔ اور اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ جب صالح کے معنے ہی یہ ہین کہ وہ راستبازی
اور نیکی کی راہون مین چلنے والا اور فساد سے خالی ہو تو اسکو معصوم کہنے پر اعتراض کیسا۔ ہان
پادری صاحب لغت پر یہ اعتراض کرین کہ کیون اسکے یہ معنے دئیے لیکن اگر الف میم صرف عیسائیون
کے متعلق یہ کہتا کہ ان مین سے کوئی کبھی گناہ سے محفوظ نہین ہو سکتا اور نہ کبھی کوئی عیسائی اس اعلے
مرتبہ تک نہین پہونچ سکتا تو ہمین اس سے کچھ سروکار نہ تھا بلکہ ہم اسکو تسلیم کرتے ہین کہ واقعی یہ سچ
ہے اور در اصل یہی فخر تو اسلام کو ہے کہ اسکے اندر ایسے راستباز ہر زمانے مین پائے جاتے ہین کیونکہ
وہ زندہ مذہب ہے اور اس کی برکات قیامت تک اپنا دامن پھیلائے ہوئے ہین حالانکہ دوسرے
کسی مذہب مین ایسے کامل افراد نہین پائے جاتے۔ یہی نہین بلکہ عیسائی تو اس مقتدر اور زندہ
خدا سے بہ سبب اپنی مردہ پرستی کے اسقدر دور جا پڑے ہین کہ انکے فہم اس بات کے سمجھنے سے بھی قاصر
ہین کہ کیونکر ایک انسان گناہ کی نجاستون سے نکل کر نیکی کے اس مضبوط چٹان پر قائم ہو جاتا ہے
جہان شیطان اسپر تصرف نہین پا سکتا۔ وہ انسان کو ایک نہایت حقیر ہستی سمجھتے اور اس کی
اخلاقی حالت کو اسقدر گرا ہوا سمجھتے ہین کہ وہ اس خیال کو بھی پسند نہین کرتے کہ انسان کبھی شیطان
کے قابو سے نکلے۔ انسان جس کمال کو پہونچ سکتا ہے محض اس کی ناواقفیت کیوجہ سے الف میم
اس بات کو نہین سمجھتا کہ انبیاء کے علاوہ اور افراد بھی جن کو وہ "امتی راستباز" کہتا ہے۔ عصمت کے
بلند مقام پر پہونچ سکتے ہین۔ اگر یہ سچ نہین تو پھر مذہب کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ اگر مذہب
کی غرض صرف یہی ہے کہ انسان کسی قدر نیک ہو جاوے اور ایک ناقص اخلاقی حالت تک
پہونچ جاوے تو وہ غرض تو اسکے بغیر بھی پوری ہو رہی ہے۔ الف میم انکار کرے تو اسکا اختیار ہے
مگر کوئی سمجھدار آدمی اس بات سے انکار نہین کر سکتا کہ دہریون اور بت پرستون کو نیک صفات سے
خالی نہین کہا جا سکتا۔ مذہب کی غرض اس سے بہت بڑھکر ہے کیونکہ وہ انسان کو کمال کے
اوج پر پہونچاتا ہے اور اگر کوئی مذہب اس غرض کو پورا نہین کرتا تو یقیناً وہ مذہب نابود ہو جائیگا
خواہ جلدی ہو خواہ دیر سے ہو۔ شائد الف میم اس بات کو جانتا ہے اور اسے یقین ہے کہ عیسائی
مذہب انسان کو اس کمال پر نہین پہونچا سکتا اور ہم بھی جانتے ہین کہ یہ بالکل صحیح ہے اور یقین
رکھتے ہین کہ یہ سچ ہے لیکن ساتھ ہی ہم اسکو یہ خوشخبری دیتے ہین کاش وہ دل رکھتا ہو کہ اس
بلند مقام پر انسان اسلام کے پاک مذہب کے ذریعہ پہونچ سکتا ہے اس نے عیسائی مذہب کو آزما کر
اور تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے (جیسا کہ اسکے اس تعجب سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کے علاوہ اور افراد
انسانی بھی عصمت کے مرتبہ پر پہونچ سکتے ہین) کہ یہ مذہب اُس غرض کو پورا کرنے سے قاصر ہے

جو سچے مذہب سے ہوسکتی ہے اور اصل مین اس بات کو تو وہ پہلے بھی سمجھ سکتا تھا اگر خدا تعالے اسے سمجھ دیتا کیونکہ وہ دیکھ سکتا تھا کہ جو نشان انجیل راستبازونکے لئے مقرر کرتی ہو وہ کسی عیسائی مین نہین پائے جاتے اور اسلام کے متعلق جو ہم نے دعوے کیا ہے وہ بے دلیل نہین - ابتدا سے اسلام نے یہی تعلیم دی ہے کہ وہ انسان کو کمال کے بلند مقام تک پہونچا سکتا ہے بلکہ اسکا نام ہی ظاہر کر رہا ہے کہ وہ اس مقصد عالی کو پورا کرتا ہے - جو راستہ اسلام انسان کو بتاتا ہے اسکا ذکر اس آیت شریف مین ہے - بلی من اسلم وجہہ للہ وہو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون - یعنے جو شخص اپنے سارے قوے کے ساتھ اللہ تعالے کی رضا کی پورے طور پر تابع ہوجاتا ہے اور نیک کامونپر قائم ہوجاتا ہے وہ اللہ تعالے سے نیک اجر پاتا ہے اور یہی وہ لوگ ہین جنپر نہ کوئی خوف ہے اور نہ انہین کوئی حزن ہوگا - لفظ اسلم جو یہان استعمال کیا گیا ہے اسکے معنے یہ بھی ہین کہ کامل طور پر اللہ تعالے کی مرضی کے نیچے چلنے والا ہو - اور یہ معنے بھی ہین کہ مذہب اسلام کو اختیار کرے اس اشتراک معنے سے یہ صاف سمجھ مین آتا ہے کہ سچے طور پر وہی شخص مذہب اسلام کو اختیار کرتا ہے جو پورے طور پر اللہ تعالی کی فرمانبرداری اختیار کرے - اب الف میم ہمین بتادے کہ اس مرتبہ سے کہ انسان اپنے وجود کو اپنے سارے قوے کے ساتھ خدا تعالے کو سونپ دے اور ہر ایک امر مین اسی کی مرضی کو دیکھے اور اسی کی فرمانبرداری کرے جو اسلام کا مفہوم ہے اس مرتبہ سے بڑھ کر کون سا مرتبہ کمال کا ہے جسکے حاصل کرنے کی انسان کو خواہش کرنی چاہیئے عصمت کا مفہوم کیا ہے یہی تو ہے کہ انسان خدا کی رضا کے خلاف نہ چلے - جو شخص پورے طور پر اللہ تعالے کی رضا کے مطابق چلتا ہے وہ عصمت کے مرتبہ پر پہونچا ہوا ہے - حضرت ابراہیم کے متعلق اللہ تعالے فرماتا ہے اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین - جب اسکے رب نے اسے حکم دیا کہ میرا فرمانبردار ہو تو اس نے کہا مین سارے جہانون کے خداوند کا فرمانبردار ہون - یہ فرمانبرداری حضرت ابراہیم کی دوسرے رنگ مین قرآن شریف مین یون مذکور ہے واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن - جسکا منشا یہ ہے کہ جو احکام اللہ تعالے نے ابراہیم کو دیئے تھے ان سب کو ..... اس نے پورا کیا - اور پھر اسی مقام کیطرف اشارہ کرکے اللہ تعالے فرماتا ہے وابراہیم الذی وفی - یعنے حضرت ابراہیم نے احکام الہی کی فرمانبرداری مین اور اللہ تعالے کے ساتھ تعلق مین پوری وفاداری دکھلائی - ان تمام باتونسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے کی رضا کے پورے طور پر تابع ہوجانا یہی وہ اعلے مقام ہے جسپر پہونچنے کی انسان کو کوشش کرنی چاہیئے اور جب وہ اس مقام پر پہنچ جاوے تو پھر وہ ہر طرح سے اللہ تعالے کے احکام کے نیچے ہوکر چلتا ہے اور نافرمانی اس سے صادر نہین ہوسکتی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اسلام انسان کو

اس اعلیٰ مقام پر پہونچاتا ہے۔ اس مقام کے کمال کے متعلق خود قرآن شریف فرماتا ہے۔ ومن احسن دینا ممن اسلم وجہہ للہ وھو محسن واتبع ملۃ ابراھیم حنیفا واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا + یعنی فرمانبرداری مین اس سے اچھا کون ہے جو اپنے آپ کو پورے طور پر اللہ کو سونپ دے اور اسی کی رضا کے تابع ہو جاوے۔ اور نیک کامون پر قائم ہو جاوے اور ابراہیمی طریقہ کو اختیار کرے جو فرمانبرداری الٰہی مین خالص اور یکرنگ تھا اور اللہ تعالے نے ابراہیم کو دوست بنایا۔

ہم نہین کہہ سکتے کہ ان تمام امور سے الف ہیم جیسے عیسائی کی تسلی ہو سکتی ہے یا نہین لیکن کوئی سمجھ دار آدمی اس نتیجہ کے سوا اور کسی نتیجہ پر نہین پہنچ سکتا کہ اسلام انسان کو کامل فرمانبرداری کے مرتبہ پر پہونچا سکتا ہے۔ اس مرتبہ پر جس کی تعریف حضرت ابراہیم کی بارہ مین کیگئی ہے اور جسکے سبب سے اللہ تعالے نے اسے دوست کے نام سے یاد فرمایا۔ یہ وہ مرتبہ ہے جسپر سچا مسلمان پہونچتا ہے لیکن یہ راستہ ان لوگونکے لئے بند ہے جو اسلام پر نہین چلتے۔ قرآن شریف سب مسلمانونکو ہی ہدایت فرماتا ہے کہ وہ اس راستے کو ڈھونڈین اور اسپر چلین۔ چنانچہ سورۂ فاتحہ مین جو ہر مسلمان کو پانچ وقت نماز مین پڑھنی پڑتی ہے۔ یہ دعا سکھائی گئی ہے۔ اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ ہمین استقامت کے راستے پر چلا ان لوگونکے راستے پر جنپر تیرے انعام نازل ہوتے رہے + یہ صاف طور پر سمجھ مین آتا ہے کہ یہ راستہ انبیاء اور برگزیدونکا راستہ ہے کیونکہ اللہ تعالے کے انعام سب سے بڑھکر الٰہی لوگونپر نازل ہوئے۔ جب خدا تعالے ہمین خود یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہمین وہی نعمتین طلب کرنی چاہئین جو پہلے برگزیدون اور انبیاء کو عطا ہوئین تو اسکا صاف اور سیدھا نتیجہ یہ ہے کہ جنکو وہ اس قابل پاتا ہے انکو وہ نعمتین کامل طور پر بھی عطا فرماتا ہے اگر اللہ تعالے کا یہ منشا ہوتا کہ جو انعامات انبیاء پر نازل ہوئے وہ اور کسی فرد کو نہ دئے جاوین تو کیون یہ دعا سکھائی جاتی جسکے ذریعہ سے ہمین وہ نعمتین طلب کرنی چاہئین اور کیون اس دعا کو ہر ایک مسلمان پر فرض کیا جاتا۔ نہ ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان انعامات سے مراد وہ انعامات ہین جو تبیونپر نازل ہوئے کیونکہ دنیوی نعمتین اس جگہ کسی صورت مین مراد نہین ہو سکتین۔ علاوہ ازین اس دعا کے بعد جو الفاظ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین واقع ہوئے ہین وہ اور بھی اس امر پر روشنی ڈالتے ہین کیونکہ ان الفاظ سے جن مین غضب الٰہی اور غلطیون والے راہ کی نفی کیگئی ہے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمین وہ راہ طلب کرنی چاہئے جو ہر قسم کی غلطیونسے پاک ہو اسلئے ہمکو محض اس بات پر مطمئن نہین ہو جانا چاہئے کہ ہم اگرچہ کسی قدر غلطیونمین پڑے ہوئے ہین لیکن کسیقدر رخنی پر بھی ہین۔ جو راہ ہمین بتائی گئی ہے وہ راہ کامل راستبازونکی راہ ہے۔ وہ راہ جسپر چلکر ہم غضب الٰہی کے محرک نہون۔ وہ راہ جو ہر قسم کی غلطی سے پاک ہو اگر یہ راہ ہمین شیطان کے قابو سے نہین نکال سکتی اور گناہ سے محفوظ نہین کر سکتی تو پھر کیا یہ غرض

اس راہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے جو عیسائی ہمیں بتاتے ہیں کہ گناہ کرو اور یسوع کے خون پر بھروسہ رکھو۔ الف میم کو یہ دوسرا راہ آسان تو ضرور نظر آتا ہوگا مگر یہ ہلاکت کا راہ ہے امن اور حفاظت کا راہ صرف ایک ہی ہے جو قرآن کریم نے بتادیا جسکا جی چاہے اسپر چلکر دیکھ لے۔

ایک اور امر جسکا ہم نے ذکر کیا تھا۔ الف میم کی سمجھ سے بالاتر معلوم ہوتا ہے ہم نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ چونکہ سزا گناہ کا لازمی نتیجہ ہے اور چونکہ انبیاء کو اللہ تعالے ہمیشہ کے لئے سزا سے بری قرار دیتا ہے اس لئے انبیاء کو گنہ گار کہنا غلطی ہے۔ الف میم اسکا جواب یہ دیتا ہے کہ اس سے تو صرف یہ معلوم ہوا کہ وہ سزا سے محفوظ تھے اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ گناہ سے بھی محفوظ تھے۔ یاد رہے کہ قرآن شریف جس اصول کو سزا کے بارہ میں عام طور پر بیان کرتا ہے وہ یہ ہے "من یعمل سوء یجز بہ" جو کوئی بدی کریگا اسکا پاداش اسکو ملکر رہیگا لیکن ایک خاص گروہ کی نسبت وہ ہمیں یہ اطلاع دیتا ہے کہ انکے خالص نیک اجر اور سزا سے برئیت کا وعدہ اللہ تعالے کیطرف سے پہلے سے ہو چکا ہے جیسا کہ ان الذین سبقت لہم منا الحسنی سے ظاہر ہے۔ اگر انکے لئے اللہ تعالے کی نافرمانی اور گناہ کا امکان ہوتا تو ایسا وعدہ انکے لئے نہ ہو سکتا۔ اسلئے چونکہ انکی صورت میں سزا کا امکان نہیں اور سزا گناہ کے لئے لازمی جزو ہے اسلئے گناہ کا امکان بھی نہ ہوا۔ امکان سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالے کے علم میں وہ ایسے ہیں۔ پھر غور کرو کہ اللہ تعالے فرماتا ہے واللہ لا یحب الظالمین۔ اللہ ظالموں سے محبت نہیں رکھتا اور فرماتا ہے وما للظالمین من انصار۔ ظالم کو نصرت نہیں ملتی۔ اور پھر فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کہہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا خدا تمسے محبت کرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پورے طور پر فرمانبرداری کرتا ہے وہ محبوب الہی بن جاتا ہے۔ لیکن ظالم محبوب الہی نہیں ہو سکتا۔ اسلئے ایسا شخص ظالم نہیں ہو سکتا۔ اسلئے اگر آپ کے ایک سچے تابع دار کو یہ مرتبہ حاصل ہے کہ وہ ظالم نہیں تو اس امر کے ثابت کرنیکے لئے کہ متبوع بھی ہر عیب سے پاک ہر خطا سے مبرا اور ہر ظلم سے خالی ہے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں۔ پھر ایسا ہی قرآن کریم یہ بھی فرماتا ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا یعنی ہم رسولوں کو اور مومنوں کو دنیا کی زندگی میں نصرت بخشتے ہیں۔ لیکن قرآن شریف سے یہ بھی ثابت ہے کہ ظالموں کو نصرت نہیں دیجاتی اسلئے رسول اور سچے مومن ظالموں میں شامل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انکے لئے صاف صاف وعدہ نصرت الہی کا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی نبی کی نسبت لفظ ظلم قرآن شریف میں استعمال بھی ہوا ہے تو بھی وہ نبی ان معنوں میں ظالم نہیں جن معنوں میں انبیاء کے مخالفین کو ظالم کہا گیا ہے۔ یعنی خدا کی

نافرمانی کے معنے مین ظالم نہین ہوگا۔جو لفظ ظلم کا موٹا مفہوم ہی بلکہ جیسا اسکا خدا کے ساتھ تعلق دنیا سے نرالے رنگ کا ہوتا ہے ویسا ہی اسکا ظلم بھی دنیا سے الگ رنگ کا ہوگا اسکو ہم واضح الفاظ مین پھر بیان کرتے ہین ✣

قرآن شریف مین اللہ تعالےٰ کافرونکے اس اعتراض کے جواب مین کہ ہم ایمان نہین لائینگے جبتک ہم پر بھی رسول کی طرح وحی نازل نہ ہو فرماتا ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسلتہ۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ رسالت کے منصبکے کون قابل ہی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ جسکو رسول بنانا چاہتا ہے اسے خاص طور پر چنتا ہے اور وہ کوئی معمولی انسان نہین ہوتا بلکہ اللہ تعالےٰ دیکھ لیتا ہے کہ اسکے قوے اس قابل ہین کہ وہ رسالت کے فرائض کی بوجھ کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور اس منصبکے قابل ہی۔جسوقت وہ دنیا مین بھیجا جاتا ہے اسوقت کی دنیا ان عقائد کو جن کی وہ تعلیم دیتا ہے نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور جن عقائد سے دنیا پیار کرتی ہے اُنکو وہ برا کہتا اور ان کی برائیان بیان کرتا ہے۔اسلئے دنیا اس کی دشمن ہوجاتی ہے اور اسکے دوست اور پیارے اقربا اسکو چھوڑ دیتے ہین اس کی مخالفت کیجاتی ہے اور اسکو طرح طرح کے دکھ اور ایذائین پہونچائی جاتی ہین۔ دنیا کی تمام طاقتین اس کی اور اس کی تعلیم کی بیخ کنی کے لئے جمع ہوجاتی ہین لیکن وہ ساری دنیا کی کچھ پروا نہین کرتا۔ اور اس کی دھمکیون اور تدابیر کو جو اسکے استیصال کے لئے کی جاتی ہین ہیچ سمجھتا ہے ایک طرف اسکے تمام فوائد اور منافع اور انسانی خواہشات اور خون اور محبت کے گہرے تعلقات اور آرام اور آسایش کی کششین ہوتی ہین اور انکے بالمقابل دوسری طرف صرف خدا کی فرمانبرداری ہوتی ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تمام منافع اور خواہشات کو قربان کردیتا ہے خوشی سے ساری دنیا کی عداوت اور دشمنی کو قبول کرتا ہے ہر ایک قسم کے تعلق کو توڑ دیتا ہے۔ ہر ایک آرام اور آسایش کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہر ایک تکلیف کو اٹھاتا ہے۔تمام ایذاؤن اور تکالیف کی برداشت کرتا ہے بلکہ موت کو قبول کرلیتا ہے لیکن اسکے دل مین ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہین آتا کہ وہ خدا کی فرمانبرداری کو چھوڑ دے اسکے دل کا تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ اسقدر مضبوط ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے توڑ نہین سکتی۔ پھر یہ کیسا قابل شرم جھوٹ ہے کہ وہ شخص جو ان تمام امتحانون سے کامیابی کے ساتھ ہو گذرتا ہے تمام تکلیفون اور ایذاؤن کو برداشت کرلیتا ہے تمام منافع کو قربان کردیتا ہے۔ ہر ایک دنیا کی آسایش کو ہیچ سمجھتا ہے اور دنیا کے تمام تعلقات کو قطع کردیتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری سے ایک بال برابر انحراف نہین کرتا۔ وہی شخص کسی چھوٹی سی نفسانی غرض کے لئے عمداً خدا کے احکام کو توڑتا اور اسکے

خلاف چلتا ہے؟ کیا وہ تمام خواہشات اور منافع اور آسایشون کو قربان کرکے اور تمام تعلقات کو قطع کرکے دنیا پر یہ ثابت نہین کرچکا کہ خدا یتعالے کے احکام کے بالمقابل یہ سب چیزین اسپر کوئی اثر نہین کرسکتین۔ اگر اسکے دلمین کوئی کمزوری ہوتی جو بڑی سے بڑی خواہش کے وقت اسکو خدا کی فرمانبرداری سے الگ کرسکتی تو وہ اسوقت ظاہر ہونی چاہیئے تھی جب تمام دنیا اسکی مخالفت مین کھڑی ہوگئی تھی جب دکھون تکلیفون کا کوئی انتہا نہ تھا اور جبکہ اپنے اغراض کے پیچھے چلنے اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنیسے عملی طور پر اسے یہ فائدہ پہونچ سکتا تھا کہ تمام مخالفتین فرو ہوجاتین اور تمام تکلیفون سے نجات ہوجاتی۔ مگر نہین وہ امتحانون کے جلتے ہوئے تنورمین ڈالا جاتا ہے اور مصایب و شدائد کی کٹھالی مین ڈالکر پاک کیا جاتا ہے اور اس طرح پر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ اسکے دل مین کوئی کمزوری نہین اور خدا کی فرمانبرداری سے کوئی چیز اسے منحرف نہین کرسکتی اگر خدا کی اطاعت کے لئے اس مین اسقدر فوق الطاقت استقامت اور وفاداری نہ ہوتی تو وہ رسالت کے منصب کے لایق نہ ہوتا اور اللہ تعالے ایسے شخص کو نبی نہ بناتا جسکو وہ ایسا کمزور سمجھتا کہ خدائے تعالے کے احکام کی فرمانبرداری کو چھوڑکر اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کریگا۔ ایسا آدمی ایک لمحہ کیلئے بھی دنیا کی مخالفت کی برداشت نہین کرسکتا اور نہ ان دکھون اور تکلیفون کو اٹھا سکتا ہے جو انبیاء کو اٹھانے پڑتے ہین۔ اس تمام تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کی نسبت یہ خیال کرنا کسی طرح جائز نہین کہ وہ خدا کی اطاعت سے پھر جاتے یا اپنی نفسانی خواہشون کے لئے گناہ کے مرتکب ہوتے ہین +

اب ہم حضرت آدم کے متعلق شرک کے الزام کو لیتے ہین پادری ایسن اپنے دعوے کی تائید مین کشاف اور امام رازی کی تفسیر کو پیش کرتا ہے دونون تفسیرون مین سے ایک دو قول نقل کرکے وہ لکھتا ہے "اس طرح پر ہم دیکھتے ہین کہ بڑے بڑے مسلمان مفسرین نے ہماری بات کی تائید کرکے اپنے مقدمہ کو مار دیا ہے" ہمین بارہا اس مباحثہ کے اثنا مین عیسائی مناظرین کی غلط بیانی کی شکایت کرنیکا موقعہ ہوا ہے مگر تعجب ہے کہ پھر بھی پادریصاحبان اس امر کی طرف کچھ توجہ نہین کرتے۔ پادری ایسن غلط بیانی کو اختیار کرکے کشاف کے الفاظ سے اپنے مطلب کے موافق ایک نتیجہ نکالتا ہے حالانکہ جو کچھ کشاف نے آگے چلکر لکھا ہے وہ پادریصاحب کے قول کی تردید کرتا ہے۔ کشاف نے پہلے ان معنون کا ذکر کیا ہے جنکے رو سے نفس واحدہ سے حضرت آدم مراد لئے گئے ہین اور جب وہ ان الفاظ کی تفسیر پر پہونچتا ہے۔ لئن اٰتیتنا صالحًا لنکونن من الشاکرین فلما اٰتٰھما صالحًا جعلا لہ شرکاء فیما اٰتٰھما۔ تو لکھتا ہے "اٰتینا اور لنکونن مین ضمیر کا مرجع وہ دونون اور ان کی اولاد ہے..... جعلا لہ شرکاء یعنی ان کی اولاد نے خدا یتعالے کے شریک ٹھیرائے۔ مضاف حذف کرکے اور مضاف الیہ کو اسکے قایمقام کرکے اور ایسا ہی

فیما اتٰہما مین یعنی جو کچھ انکی اولاد کو دیا اور اسپر خدائے تعالے کے یہ الفاظ فتعالی اللہ عما یشرکون دلالت کرتے ہین کیونکہ یہان ضمیر جمع لائی گئی ہے اور آدم اور حوا شرک سے بری ہین...... ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس آیت مین خطاب قریش کو ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مد مقابل تھے اور وہ قصی کی اولاد ہے..... اسصورت مین معنے یہ ہونگے کہ خدا وہ ہے جس نے تمام ایک نفس یعنی قصی سے پیدا کیا اور اسی جنس کی اس کی بیوی بھی بنائی یعنی عربیہ قرشیہ۔ لیسکن الیہا۔ لیکن جب خدا تعالے نے انکو جو مانگتے تھے ایک صحیح سالم بچہ دیا تو پھر وہ اسکے شریک ٹھہرانے لگے کیونکہ انہون نے اپنے چارون بیٹونکے نام عبد مناف۔ عبد العزی۔ عبد قصی۔ اور عبد الدار رکھے اور یشرکون مین ضمیر ان دونون کیطرف پھرتی ہے اور نیز ان کی اولاد کیطرف جو انکے نقش قدم پر چلے۔ اور یہ نہایت عمدہ تفسیر ہے جس مین کسی قسم کی مشکل نہین"۔ اخیری الفاظ پر پادری الیسن کو خاص طور پر غور کرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ کہین اسکے نتیجہ کے عین خلاف بڑے بڑے مسلمان مفسرین نے ان معنونکو پسند تو نہین کیا جو ہم نے اختیار کئے تھے اور جو نتیجہ وہ نکالتا ہے اس کی صاف الفاظ مین یہ کہکر تردید تو نہین کی کہ آدم اور حوا شرک سے بری ہین۔ امام رازی صاحب اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے الیسن کے قول کو قول فاسد کہکر اس کی تردید کرتے ہین اور اسکے وجوہات دیتے ہین ان غلط بیانیون کے بعد پادری الیسن بڑی جرات کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کو "شریر مشرکین" مین داخل کرتا ہے (نعوذ باللہ من ذالک)۔ تعجب ہے کہ ایک شخص کو جو خود مشرک ہے اور ایک یہودی کو خدا سمجھ رہا ہے اسقدر دلیری ہو کہ خدا کے ایک برگزیدہ نبی کو شریر مشرک کہے اسی نبی کو جس کی نسبت اللہ تعالے فرماتا ہے ثم اجتبٰہ ربہ فتاب علیہ وہدیٰ۔ خدا نے اسے برگزیدہ بنایا اور اسپر رجوع برحمت کیا اور اسکو سیدھے راہ پر چلایا۔

اب ہم الف میم کے بعض اعتراضات پر غور کرتے ہین وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ان الفاظ ہو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منہا زوجہا کی صورت ہی ایسی ہے کہ ان سے سوائے آدم کے اور کچھ مراد نہین ہو سکتی اور اس کی تائید مین سورہ نسار کی اس آیت کو پیش کرتا ہے۔ ہو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا جس سے مفسرین نے عموماً حضرت آدم کو ہی مراد لیا ہے۔ اسکے علاوہ وہ ایک حدیث پیش کرتا ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ حوا حضرت آدم کی پسلی سے پیدا ہوئین اور ایک اور حدیث کو پیش کرتا ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ آدم نے اپنے لڑکے کا نام عبد الحارث رکھا تھا۔ اور جلالین کے مصنف کی رائے کو بھی پیش کرتا ہے۔ جہانتک مفسرین کی رائے ہے اول تو ہم اسکے پابند نہین اور دوسرا کوئی مفسر حضرت آدم کو اس طرح مشرک نہین سمجھتا جس طرح کہ الیسن اور الف میم پبلک کو یقین دلانا چاہتے ہین۔ باقی رہین حدیثین سو آج تک اہل اسلام نے قران شریف

برابر انکو نہین مانا اور اسلئے جو حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی وہ رد کیجاویگی۔ اسلئے صرف قرآن شریف کے الفاظ ہی زیر بحث ہین اس سے پہلے ہم مفصل بیان کرچکے ہین کہ قرآن کریم کے الفاظ کے معنے کرنیمین کس اصول کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اگر ایک جگہ ایک لفظ یا فقرہ استعمال کرکے ایک معنی مراد لئے گئے ہین تو یہ اس امر کی دلیل نہین ہین کہ دوسری جگہ جہان اس لفظ یا فقرہ کا استعمال ہوا ہو وہان بھی وہی معنے مراد لئے جاوینگے جس اصول کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ ایسے معنے قرآن شریف کے الفاظ کے کئے جاوین۔ جس سے مختلف حصونمین اختلاف واقع نہ ہو۔ الفاظ اور فقرات اکثر اوقات مختلف معانی کے متحمل ہوتے ہین اور اس بات کا فیصلہ کرنیمین کہ ہمین کسی خاص موقعہ پر کونسے معنے لینے چاہئے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان معنونسے قرآن شریف کے کسی اور حصہ کی تردید نہ ہوتی ہو نہ یہ کہ انہین الفاظ کے کسی اور جگہ جو معنے لئے گئے ہون انکے علاوہ دوسرے معنے ہی نہ لئے جاوین موخرالذکر قاعدہ کی پابندی کرنا نہ صرف زبان کی وسعت معنی کا انکار کرنا ہے بلکہ قرآن کریم کے بعض حصونمین بعض سے اختلاف ڈالنا ہے

اسلئے سب سے پہلے یہ امر غور طلب ہے کہ آیا قرآن شریف ہمین یہ اجازت دیتا ہے کہ ایک نبی کیطرف شرک منسوب کرین مفصلہ ذیل آیات پر غور کرو۔ ان اللہ لا یغفران یشرک بہ۔ (خدا شرک کو نہین بخشتا) ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلالا بعیدا۔ (جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ سخت گمراہی مین پڑجاتا ہے) انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماوہ النار وما للظالمین من انصار (جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالے اسپر جنت کو حرام کردیتا ہے اور اسکا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالمونکا کوئی مددگار نہین) ومن یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیما (جو شخص اللہ سے شرک کرتا ہے وہ گناہ عظیم کا افترا کرتا ہے) ہم عیسائی صاحبان سے درخواست کرتے ہین کہ وہ اس امر پر غور کرین اور ایک سچے طالب حق کیطرح اور خدا کے خوف کو دل مین جگہ دیکر غور کرین کہ ان آیات کے وعید انبیاء علیہم السلام کے لئے ہو سکتے ہین افسوس ہے کہ ان لوگون نے انبیاء کی حقیقت کو کچھ بھی نہین سمجھا اور کیونکر سمجھ سکتے ہین جب وہ روحانیت سے اسقدر دور جا پڑے ہین کہ مردہ پرستی مین گرفتار ہوگئے ہین۔ ان آیات کے مطابق مشرک مفتری ہے جسپر جنت حرام اور جسکا گناہ معاف نہین ہو سکتا۔ کیا ایک پیغمبر کو خود خدا تعالے مفتری ٹھہراتا اور دوزخ اسکی جگہ قرار دیتا ہے؟ نعوذ باللہ من ذلک۔ یہی وجہ ہے کہ خواہ مفسرین نے الفاظ زیر بحث کے کوئی معنے اختیار کئے ہون۔ انہون نے حضرت آدم کو شرک سے بری سمجھا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عیسائی اپنے ایمان کی کمزوری کے سبب سے جسکی بنا قصون اور کہانیون پر ہے اور سچے ایمان کے نشانون سے بالکل خالی ہے۔ یہ سمجھ ہی نہین سکتے کہ انبیاء کا ایمان اللہ تعالے پر کسقدر مضبوط اور زندہ ایمان ہوتا ہے اور انکا تعلق اللہ تعالے کے ساتھ کیسا گہرا اور طاقتور ہوتا ہے۔ ہمین بعض اوقات یہی خیال گذرتا ہے۔

کہ انبیاء علیہم السلام کو ان لوگوں کا برا بھلا کہنا اسقدر کینہ کے سبب سے نہیں جتنا جہالت کے باعث ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس شخص کو بھی باہر نہیں چھوڑا جسکو وہ خدا بنا رہے ہیں۔ عجیب مسئلہ نجات کا ایجاد کیا ہے کہ اس کی خاطر نہ صرف تمام انبیاء کو ہی گنہ گار ٹھہرانا پڑا بلکہ یہ بھی جزو ایمان ٹھہرانا پڑا کہ یسوع نعوذ باللہ ملعون ہوا اور تین دن تک خدا کی لعنت کے نیچے رہ کر خدا سے بیگانہ بلکہ خدا سے بیزار اور خدا کا دشمن رہا۔ انکو معلوم نہیں کہ انبیاء کے دلوں کا خدا سے کیا تعلق ہوتا ہے اور اسی ناواقفیت کے سبب جو منہ پر آتا ہے کہہ دیتے ہیں۔ اگر انکو اس گہرے تعلق کی کچھ بھی خبر ہوتی جو انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ اور جو تعلق ہر ایک انسان کو پیدا کرنیکی کوشش کرنی چاہئے تو کبھی یہ جرأت نہ کرتے کہ اس قسم کی بیباکی اور گستاخی کے الفاظ منہ سے نکالتے اصل میں جن لوگوں نے انبیاء کے بعض افعال کے متعلق ٹھوکر کھائی ہے اپنی بے علمی اور اللہ تعالیٰ سے بعد کے باعث ہی کھائی ہے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی تعلق ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ ان انبیاء کو جن کی برکت سے انہیں وہ تعلق حاصل ہوا ہے کسقدر اعلیٰ درجہ کا اور گہرا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے جب ایک شخص خود اپنے نفس پر اس واقعہ کا مشاہدہ کرتا ہے کہ ایک مقدس اور برگزیدہ نبی کی پیروی اور اسکی برکات سے وہ اس اعلیٰ درجہ کے روحانی مقام پر پہونچ جاتا ہے جہاں وہ شیطان کی طاقت سے آزاد اور محض اللہ تعالیٰ کے تصرف میں ہو جاتا ہے تو اس مشاہدہ کے بعد وہ کیونکر یہ وہم بھی کر سکتا ہے کہ وہ برگزیدہ انسان جس کی برکات سے ایک تھوڑا سا حصہ پاکر وہ اس اعلیٰ مقام روحانیت پر پہونچ گیا ہے شیطان کے تصرف میں رہا اور نفسانی جذبات کے ماتحت ہو کر خدا کے حکموں کی خلاف ورزی کرتا رہا۔ اور پھر وہ بھی قرآن شریف کے صریح اور صاف الفاظ کے ہوتے ہوئے جو فرماتا ہے "ان عبادی لیس لک علیہم سلطان"۔ جو گناہ حضرت آدم کیطرف منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ اس قسم کا ایک قبیح فعل ہے کہ کوئی معمولی مسلمان بھی جسکو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کچھ بھی یقین حاصل ہے اسکا مرتکب نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ایک برگزیدہ نبی کیطرف اسے منسوب کیا جاوے جو توحید کے وعظ اور تعلیم کے لئے دنیا میں بھیجا جاتا ہے اور جسکا تعلق خدا تعالیٰ سے ایسا ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے توڑ نہیں سکتی۔ ہر ایک نبی کا سب سے پہلا اور اہم فرض دنیا میں آنیکا توحید الٰہی کا پھیلانا اور شرک کی بیخ کنی کرنا ہی رہا ہے۔ کیونکہ شرک ایک ایسی بری چیز ہے جسپر سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور یہ عیسائیوں کا ہی خیال ہے کہ کسی نبی کو بھی شرک کا مرتکب سمجھیں کیونکہ وہ اپنے نبی کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ اس نے خدا سے برابری کا دعوے کیا اور دوسرے نہیں تو اپنے آپکو خدا کا شریک بنایا۔ قرآن کریم ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے کہ ہر ایک نبی کا سب سے پہلا پیغام

دنیامین خدا کی توحید ہی رہا ہے چنانچہ فرماتا ہی۔ یٰقوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ (اے میری قوم خدا کی عبادت کرو۔ اسکے سوا اور کوئی معبود تمہارا نہین) لاتشرکوا باللہ (اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ)۔ ءالہ مع اللہ۔ (کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہوسکتا ہی۔) ایسا ہی کثرت سے اور آیات موجود ہین اور قوم کیا جواب دیتی ہی (جئتنا لنعبد اللہ وحدہ ونذر ما کان یعبد آبا ونا فاتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین۔ کیا تو اسلئے آیا ہی کہ ہم اکیلے خدا کی پرستش کرین اور ان اپنے معبودونکو چھوڑ دین جنکی ہمارے آبا و اجداد پرستش کرتے چلے آئے ہین اگر تو سچا ہی تو وہ عذاب لا جسکا تو وعدہ کرتا ہے اب اگر خود نبی ہی خدا کے ساتھ اور دنکو معبود بناتے تھے تو پادری صاحبان بتائین کہ یہ عذاب کس پر آنا چاہئے آیا نبی اور اسکے ساتھیون پر۔ یا انکے مخالفین پر۔ یا ہر دو پر۔ اگر اب بھی یہ لوگ اپنی غلطی کو نہین سمجھ سکتے۔ تو پھر کوئی ذریعہ نہین کہ ہم انکو سمجھا سکین +

الفاظ "خلقکم من نفس واحدہ وجعل منہا زوجہا" اور انکے قریب قریب الفاظ جو سورہ نسا مین واقع ہوئے ہین انکے متعلق الف میم مانتا ہے کہ دونون جگہ مین آدم کا نام نہین اور ہم تسلیم کرتے ہین کہ سورہ نسا مین مفسرین کی رائے کا رجحان اسی طرف ہی کہ ان الفاظ سے مراد حضرت آدم ہی ہین لیکن بعض لوگون نے یہ بھی خیال کیا ہے کہ الناس سے جو ان الفاظ کے پہلے واقع ہوا ہی مراد صرف اہل مکہ ہی ہین اور اسپر آیت کا آخری حصہ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام شاہد ہے کیونکہ عرب مین ہی خصوصیت سے یہ محاورہ بولا جاتا ہے "انشدک اللہ والرحم" مین تجھے خدا کی اور رحم (قرابت) کی قسم دیتا ہون۔ لیکن ہمین اس بحث سے کچھ سروکار نہین۔ ہم کہتے ہین کہ یہ الفاظ عام ہین اور ان سے مراد حضرت آدم یا کوئی اور ہوسکتا ہے جسپر ان لفظونکا اطلاق ہوسکے۔ خالی الفاظ سے پورے یقین سے کوئی تعیین نہین ہوسکتی اور اس امر کے فیصلہ کے لئے بہت سارے دوسرے وجہات پر غور کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ بڑی وجہ جسکے سبب سے سورہ نسا مین مراد حضرت آدم لئے گئے ہین یہ ہی کہ اسجگہ خطاب یہ ہی یا ایہا الناس اتقوا ربکم۔ اے لوگو اپنے خدا سے ڈرو۔ اور یہ خطاب عام سب دنیا کے لئے ہی۔ اسلئے الناس سے مراد صرف اہل مکہ نہین ہوسکتے بلکہ کل دنیا مراد ہے۔ برخلاف اسکے سورہ اعراف کے ان الفاظ مین جو زیر بحث ہین یہ وجہ موجود نہین اور نہ صرف یہی بلکہ صاف الفاظ مین الفاظ زیر بحث کے پہلے اور پیچھے مشرکین عرب کو خطاب کیا گیا ہی چنانچہ اس سے پہلا رکوع اس طرح شروع ہوتا ہے۔ والذین کذبوا بایاتنا سنستدرجہم من حیث لا یعلمون۔ جن لوگون نے ہماری آیتون کی تکذیب کی ہی انپر بتدریج ہم اپنا عذاب ایسی راہ سے لائین گے جسکو وہ نہین جانتے واملی لہم ان کیدی متین۔ اور مین ان کو ڈھیل دے رہا ہون میری تدبیر بڑی مضبوط ہے یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰہا۔ یعنی اس عذاب کی گھڑی کا وقت پوچھتے ہین کہ وہ کب آئے گی۔ جواب

ملتا ہی کہ کہدے آئیگی ضرور مگر اسکا علم اللہ تعالے کو ہی ہے کہ کب آئے گی۔ جب آئے گی تو ناگہان ہی آئے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ سب خطاب مخالفین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی۔ پھر اسی خطاب کے اثنا مین فرماتا ہے۔ ہوالذی خلقکم الخ۔ جو آیات متنازعہ فیہا ہین جن کا ترجمہ یہ ہے۔ وہی خدا ہے جسنے تمہین ایک نفس سے پیدا کیا۔ اور اسکی جنس سے اسکی بیوی بنائی۔ ..... ..... لیکن جب خدا نے انکو صالح بچہ دیا تو وہ اسکے ساتھ شریک ٹھہرانے لگے۔ اس چیز مین جو انکو دی مگر بلند تر ہے خدا اس سے جو یہ لوگ اسکے ساتھ شریک ٹھہراتے ہین انکو جو کچھ پیدا نہین کر سکتے اور خود پیدا کئے گئے ہین۔ اور نہ اپنے پرستارون کی مدد کر سکتے ہین اور نہ اپنی مدد کر سکتے ہین اور اگر تم ان لوگونکو ہدایت کیطرف بلاؤ تو تمہارے پیچھے نہین چلتے برابر ہے تمہارے لئے کہ تم انکو بلاؤ یا خاموش رہو۔ یقیناً وہ جنکو تم خدا کے سوا بلاتے ہو تمہاری طرح مخلوق ہین۔ پس ان کو بلاؤ اگر تم سچے ہو تو چاہیئے کہ وہ تمکو جواب دین..... کہو بلاؤ ان اپنے شرکاء کو پھر جب تدابیر کر لو اور مجھے کچھ مہلت بھی نہ دو یقیناً میرا کارساز خدا ہے جس نے مجھ پر وحی نازل کی ہی۔ اور وہی اپنے صالح بندون کا متولی ہوتا ہی اور وہ جنہین تم اسکے سوا بلاتے ہو نہ وہ تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہین اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہین۔

جو شخص ان آیات کو غور سے پڑھیگا اسپر واضح ہو جائیگا کہ انمین ایک ہی مضمون پر بحث کی گئی ہے اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کا شرک اور اسکی سزا ہی اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ بت جنکو وہ خدا کے شریک ٹھہراتے ہین وہ نہ خود تباہی سے بچینگے اور نہ اپنے پرستارونکو بچا سکینگے۔ بفرض محال اگر حضرت آدم شرک کے مرتکب ہوئے بھی ہون تو کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین مین داخل تھے جو ان کا ذکر اس مضمون مین کیا گیا۔ قرآن کریم دو جماعتون کا ذکر کرتا ہے ایک انبیاء علیہم السلام اور ایک انکے مخالفین۔ انبیاء علیہم السلام خدا کی توحید اور راستبازی کا پیغام لاتے ہین اور انکے مخالفین انکا مقابلہ کرتے ہین اور انکے انذار کی کچھ پروا نہین کرتے اسلئے جب انبیاء علیہم السلام کو بہت تکلیفین اور دکھ دئے جاتے ہین اور انکے کام مین طرح طرح کی روکین ڈالکر اسکو بند کرنے کی کوشش کیجاتی ہے تو وہ عذاب الہی جسکا پہلے سے وعدہ ہو چکا ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام کے مخالفین پر نازل کیا جاتا ہی اور نصرت الہی انبیاء علیہم السلام کے شامل حال ہوتی ہے۔ ہر ایک پیغمبر کا ذکر جو قرآن کریم مین ہوا ہے وہ اس عام اصول کی ایک تشریح ہے۔ اور ان آیات مین جو آیات زیر بحث کے پہلے اور پیچھے ہین ایسا ہی عذاب کا ایک وعدہ دیا گیا ہے۔ یہ دراصل پیش گوئی ہی کہ تمام بت ہلاک کئے جائینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخر کار اپنے مخالفین پر فتحیاب ہونگے اور آپ کے مخالفین ذلیل وخوار ہونگے اور اسکے اندر حضرت آدم کے ذکر کو داخل سمجھنا محض حماقت ہی۔ الف میم نے یہ بھی لکھا ہی کہ امام رازی نے دوسری جگہ

جہان مخالفین کے اعتراضون کا ڈر نہین تھا سچی بات کا بھی اعتراف کر لیا ہے ہم پوچھتے ہین کہ کیا رازی نے کہین اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت آدم شرک کے مرتکب ہوئے ہرگز نہین بلکہ ایک اور بحث کرتے ہوئے اتفاقاً انہون نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ آیت ہو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منہا زوجہا سے آدمؑ اور حوا مراد ہین لیکن وہان انہون نے نہ ان معنون پر کوئی بحث کی ہے اور نہ اسکی تائید نہ اسکے خلاف دلائل پر غور کیا ہے لیکن جب اس آیت کی تفسیر پر پہنچے ہین اور ان دلائل پر غور کیا ہے جو مختلف معنون کی تائید مین یا انکے خلاف پیش ہو سکتی ہین تو انہون نے اسی معنے کو اختیار کیا ہے جو ہم نے بیان کئے ہین۔ علاوہ ازین بعض مفسرین نے نفس واحدہ سے حضرت آدم کو بھی مراد لیا ہے لیکن وہ آیت کے اخیری حصے کی جہان شرک کا ذکر ہے اور تفسیر کرتے ہین جیسا کہ ہم نے کشاف کے حوالے سے اوپر لکھا ہے یہ کوئی تعجب کی بات نہین کہ ان الفاظ کے معنون کے متعلق مختلف رائین ہون بلکہ ہم اوپر یہ بھی دکھلا چکے ہین کہ سورہ نسار مین ایسے ہی الفاظ جہان آتے ہین انکے متعلق بھی مفسرین مین اختلاف رائے ہے +

اسکے بعد الفہیم ایک حدیث پیش کرتا ہے لیکن ہم لکھ چکے ہین کہ کوئی حدیث جو قرآن کے مخالف ہوگی ہم اسکو نہین مانتے۔ قرآن شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے۔ قل یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون۔ یعنے اے کافرو مین ہرگز اس چیز کی عبادت نہین کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو ان الفاظ مین قرآن شریف نے گویا ہر نبی کی فطرت کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور یہ الفاظ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپان ہین ویسے حضرت آدم پر بھی چسپان ہین ایسا ہی حضرت یوسف ؑ قیدیونکو مخاطب کرکے فرماتے ہین ماکان لنا ان نشرک باللہ من شئیٍ۔ یعنے یہ کب ہو سکتا ہے کہ ہم یعنی گروہ انبیاء اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرین۔ تمام نبی ایک جماعت کے حکم مین ہین اور جو نقشہ قرآن شریف کسی ایک نبی کا کھینچتا ہے وہ ساری جماعت کا نقشہ ہے۔ ایسا ہی جہان قرآن شریف عباد الرحمٰن کے صفات بیان کرتا ہے۔ تو ایک صفت ان کی یہ بیان فرماتا ہے۔ والذین لا یدعون مع اللہ الٰہ آخر۔ اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہین پکارتے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ انبیاء سب سے پہلے عباد الرحمٰن میز شامل ہین اور اسلئے جب حضرت آدم نبی ہین ثابت ہوا کہ انہون نے شرک نہین کیا ہم خیال نہین کرتے کہ کون سمجھدار آدمی قرآن شریف کے ان صاف اور صریح الفاظ کے بالمقابل اب بھی حضرت آدم کو شرک کا مرتکب سمجھیگا +

# "حضرت مسیح کی قبر سرینگر مین"

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ کے نومبر اور دسمبر کے پرچہ مین بندہ نے لاہور کے ایک پادری فرائیٹ برکٹ کی قبر مسیح کی نسبت چند غلط بیانیونکو ظاہر کیا تھا۔ اس نے حضرت مسیح کی قبر کے لئے ایک نیا نام تجویز کر کے لوگونکو دھوکہ دینا چاہا تھا پہلے تو اس نے لکھا کہ اس مقبرہ مین دو قبرین ہین۔ بڑی جو شمالی طرف ہے نبی یوز آسف کی قبر بیان کیجاتی ہے اور چھوٹی قبر سید نصیرالدین کی قبر کے نام سے مشہور ہے۔ مگر دوسری چھٹی مین اس نے اپنا پہلو بدل لیا اور کہا کہ یوز آسف کا نام مرزا صاحب کے مریدون نے لوگونکو سکھایا ہے۔ لوگون کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سید نصیرالدین کی قبر ہے یہ پادری صاحب کیطرف سے ایک غلط بیانی تھی اور عمداً انہون نے اسکا ارتکاب کیا۔ انہون نے دیکھا کہ یہ مصلحت نہین کہ اس قبر کو نبی یوز آسف کی قبر تسلیم کیا جاوے۔ کیونکہ اول تو یہ نام ہی عبرانی معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا اس نبی یوز آسف کی نسبت ایسے امور بیان کئے جاتے ہین جنسے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح ہی تھے جو کشمیر مین یوز آسف کے نام سے مشہور ہین اس لئے انہون نے یہ مناسب دیکھا کہ اس قبر کو ایک اسلامی قبر ثابت کیا جاوے اور ایک اسلامی نام اس قبر والے کیلئے تجویز کیا جاوے۔ مگر ایسا ثابت کرنا کوئی آسان بات نہ تھی۔ لیکن یکایک انکے دل مین یہ خیال آیا کہ نبی یوز آسف کی قبر کے پاس ہی سید نصیرالدین کی قبر ہے اگر یہی نام چھوٹی قبر والے سے منتقل کر کے بڑی قبر والے کو دیدیا جاوے اسمین کوئی بڑا ہرج نہین صرف ذراسی بددیانتی کا ارتکاب کرنا پڑے گا مگر کیا ہے مین یہ کام اپنے نفس کیلئے نہین کرتا۔ خداوند یسوع کا جلال ظاہر کرنے کے لئے کرتا ہون اور ہمارے بزرگ بھی ایسا کرتے رہے ہین خداوند یسوع کا خون یقیناً اس گناہ کو دھو دیگا۔ اگر یہ بات بن گئی تو بڑی کامیابی ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ قبر جسکی نسبت اتنا جھگڑا ہے یہ یوز آسف کی قبر نہین بلکہ سید نصیرالدین کی قبر ہے تو یہ خیال کرنیکی گنجایش نہ رہے گی کہ حضرت مسیح علیہ السلام یہان مدفون ہین۔ آخر پادری صاحب نے جرأت کر کے یہ ظاہر کیا کہ یہ تو سید نصیرالدین کی قبر ہے۔ وہان کے لوگون نے یہی شہادت دی ہے میرے نزدیک اس بزرگ کا نام غالباً سید نصیرالدین تھا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ انجیل کی منادی کرنیوالے اس قسم کی غلط بیانیونکو مرتکب ہوتے ہین۔ پادری صاحب سرینگر کے لوگون نے تو آپکو یہ نہین کہا تھا کہ اس بزرگ کا نام جسکی نسبت جھگڑا ہے سید نصیرالدین ہے انہون نے تو آپکو صاف بتلایا تھا کہ اس بزرگ کا نام نبی یوز آسف ہے اور سید نصیرالدین اس شخص کا نام ہے جو پاس کی چھوٹی قبر مین مدفون ہے آپ انکی شہادت کو کیون عمداً انکار کرتے ہین آپ جانتے ہین کہ ہماری بحث تو بڑی قبر کی نسبت ہے جسکو لوگون نے نبی یوز آسف کی قبر بیان کیا۔ نومبر اور دسمبر کے پرچہ مین مین نے پادری صاحب

سے دریافت کیا کہ انہون نے کیون لوگون کی شہادت کو بگاڑا اور کیون جان بوجھکر قبر یوز آسف کے لئے ایک غلط نام تجویز کیا۔ میری چھٹی کا انہون نے اپنی فینی مین جواب الجواب تو چھپوایا ہے مگر اس معاملہ مین بالکل خاموشی اختیار کی ہے۔ میرے اس سوال کا کہ کیون انہون نے لوگون کی شہادت کو بگاڑا۔ اور عمداً ایک غلط نام بڑی قبر والے کو دیا کوئی جواب نہین دیا اور نہ کوئی اس امر کا جواب ہو سکتا تھا کیونکہ یہ الزام بڑی صفائی کے ساتھ ان پر عائد ہوتا تھا۔ مگر پادریصاحب کو اس جواب الجواب مین ایک اور مشکل امر پیش آگیا۔ آپکو اپنی چھٹی کے عنوان مین قبر کا نام لکھنا پڑا۔ چھٹی کے اندر تو وہ بغیر صراحتہً نام لینے کے بھی کام چلا سکتے تھے۔ مگر عنوان مین قبر کا نام لکھنے سے اُن کو چارہ نہ تھا۔ اس سے پہلی چھٹی کا عنوان یہ تھا "سید نصیر الدین کی قبر واقع سرینگر"۔ اگر وہ اس دفعہ کوئی اور نام عنوان خط مین لکھتے تو یہ سمجھا جاتا کہ آپنے اپنی غلط بیانی کا اقرار کر لیا ہے اسی لئے اب نام بھی بدلا لیا ہے اس طرح آپ کو دوہری ذلت پیش آتی۔ ایک تو صریح غلط بیانی کا ارتکاب دوسرا اپنے قصور کا اقرار۔ اسلئے اگرچہ پادریصاحب سے کچھ جواب بن نہین پڑا کہ کیون انہون نے غلط نام عمداً اختیار کیا اور اگرچہ چھٹی کے اندر انہون نے ایکدفعہ بھی اس قبر کو سید نصیر الدین کی قبر نہین کہا مگر پھر بھی دوہری ذلت سے بچنے کے لئے اپنی آخری چھٹی کے عنوان مین سید نصیر الدین کا نام لکھ ہی دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ غلط بیانی کی عادت پادری صاحبان کی طبیعت مین ایسی رچی ہوئی ہے کہ انکو کتنی ہی ملامت کرو وہ اس عادت کو چھوڑ نہین سکتے۔ اس پادری نے اول تو عمداً ایک غلط نام اختیار کیا اور جب اسکی اس چالاکی کو دکھلایا گیا اور اس سے جواب طلب کیا گیا کہ کیون تمنے عمداً اس غلط بیانی کا ارتکاب کیا تو اس نے سکوت اختیار کیا اور لاجواب رہ کر اپنے قصوروار ہونیکا ثبوت بھی دیدیا۔ مگر باین ہمہ چھٹی کے عنوان مین سید نصیر الدین کا نام لکھنے سے باز نہ آیا۔ آیندہ مین امید کرتا ہون کہ پادری صاحب اس نام سے بالکل اجتناب کرینگے اور چھٹیونکے عنوان مین بھی اس نام کے لکھنے سے باز آجائینگے۔ یا اگر لکھینگے تو ساتھ وجہ بھی بیان کرینگے کہ کیون انہون نے یہ نام اختیار کیا اور کیون دھینگا دھانگی سے چھوٹی قبر والیکا نام بڑی قبر والے کو دیدیا۔ اور یہ بھی بتائینگے کہ کیون انہون نے اہل سرینگر کی شہادت کو بگاڑا۔ انہون نے کب کہا تھا کہ بڑی قبر والے کا نام سید نصیر الدین ہے +

اب مین پادری صاحب کی چھٹی کے عنوان کو چھوڑکر ان کی چھٹی کے اصل مضمون کیطرف آتا ہون وہ اپنی چھٹی مین دو باتون پر بحث کرتے ہین۔ اول یہ کہ اگر یوز آسف بشری یعنی انجیل کا وعظ کرتے تھے اور انجیلی تعلیم لوگونکو دیتے تھے۔ اور انجیلی مثالین لوگونکو سناتے تھے تو صرف اتنی بات سے کسطرح ثابت ہو گیا کہ وہ حضرت مسیح خود تھے۔ ممکن ہے کہ انکا کوئی شاگرد ہو۔ دوم وہ یوز آسف اور بدھ ایک ہی شخص ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہین وہ بیان کرتے ہین کہ سینٹ جوزافٹ (یوز آسف) کا جو قصہ یورپ مین مروج ہے اسمین بہت سے واقعات بدھ کے حالات سے ملتے جلتے ہین اسلئے یوز آسف اصل مین بدھ ہی تھا اور یوز آسف لفظ بودی ستوا کا بگڑا ہوا ہے جو بدھ کا

ایک خطا ہے - مین پادریصاحب کی دوسری بات کو اوّل لیتا ہون + جن لوگون نے یہ خیال کیا ہی کہ یوزآسف اصل مین بدھ ہی کا نام ہی اور یہ لفظ بودی ستوا سے بگڑ کر بنا ہے انکو یوزآسف کی نسبت اتنا ہی علم تھا - جتنا کہ انکو سینٹ جوز افٹ کے قصہ سے معلوم ہوا اس سے بڑھکر کوئی علم نہ تھا اور جب انہون نے دیکھا کہ اسکے قصّہ کے بعض واقعات بدھ کے قصہ سے کچھ مشابہت رکھتے ہین تو انکو یہ خیال پیدا ہوا کہ یوزآسف اور بُدھ ایک ہی آدمی کے دو نام ہین انہون نے اس امر کی کچھ پروا نہ کی کہ یوزآسف اور گوتم بدھ ان دونوںکے نامون مین کچھ بھی مشابہت نہین اور خیال کر لیا کہ یوزآسف بودی ستوا کا بگڑا ہوا ہوگا اگر انکو معلوم ہوتا کہ یوزآسف ایک الگ شخص کا نام ہی جو اپنا مستقل وجود رکھتا ہے تو وہ یہ کبھی خیال نہ کرتے کہ یوزآسف بُدھ کا ہی دوسرا نام ہے + اب ایسے نئے امور پیدا ہوگئے ہین جنسے ثابت ہوگیا ہے کہ یوزآسف خود ایک الگ آدمی نبی ہین گذرا ہے - اب ہمارا انحصار صرف سینٹ جوز آفٹ کے قصون پر نہین ہی بلکہ الگ اور نئی راہون سے ثابت ہوگیا کہ درحقیقت کشمیر مین ایک شخص مغرب کیطرف سے آیا تھا جس نے اپنا نام یوزآسف ظاہر کیا اور جو انبیاء بنی اسرائیل مین سے ایک نبی تھا - حضرت مرزا صاحب کو سینٹ جوز آفٹ کے قصہ کی کچھ بھی خبر نہین تھی کہ انکو خبر ملی کہ سرینگر کے محلہ خان یار مین ایک نبی یوزآسف کی قبر ہے - نبی کے لفظ نے انکی توجہ کو اس قبر کیطرف کھینچا کیونکہ یہ لفظ صاف بتلا رہا تھا کہ یہ کوئی اسرائیلی نبی ہے - مزید تحقیقات پر معلوم ہوا کہ درحقیقت یہ نبی ملک شام کیطرف سے اس ملک مین آیا - اور اسکو آئے قریبًا انیس سو برس ہوگئے ہین - پھر معلوم ہوا کہ یہ افغان اور کشمیری بنی اسرائیل ہین - دوسری طرف جب نظر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ انیس سو برس ہوئے کہ ملک شام مین حضرت مسیح کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا جسکی وجہ سے انکو ملک شام سے ہجرت کرنی پڑی - ان سب امور کو جب یکجائی نظر سے دیکھا تو فوراً ہماری طبیعتین اسطرف جھک گئین کہ یہ شہزادہ نبی جنکا محلہ خانیار مین مزار ہے وہی حضرت مسیح ہین جو ملک شام سے ہجرت کر آئے تھے - اور حضرت داؤد کی نسل سے ہونیکی وجہ سے اپنے تئین شہزادہ کہا کرتے تھے - غرض میری اس بیان سے یہ ہے کہ یوزآسف کا پتہ سینٹ جوز آفٹ کے قصہ سے نہین ملا بلکہ ایک الگ راہ سے ہم نے انکا کھوج لگایا ہے - جس سے ثابت ہوتا ہی کہ یوزآسف اور بُدھ دو الگ الگ آدمیون کے نام ہین ایک ہی آدمی کے دو نام نہین ہین - اب پادریصاحب اور میرے درمیان امر تنقیح طلب یہ ہی کہ آیا سرینگر کی قبر درحقیقت یوزآسف کی قبر ہی یا نہین اگر یہ یوزآسف کی قبر ہے تو یوزآسف اور گوتم بدھ دو الگ الگ آدمی ہین اور اگر یہ قبر یوزآسف کی قبر نہین ہی تو پادریصاحب کا اختیار ہی کہ یوزآسف اور بُدھ کو ایک ہی شخص کے دو نام مان لین - اس امر کا صریح ثبوت ہمارے پاس موجود ہی کہ یہ نبی یوزآسف کی قبر ہے + پادریصاحب قبول کرتے ہین کہ اس قبر کے مجاورین اور دوسرے لوگون نے بیان کیا کہ یہ نبی یوزآسف کی قبر ہی ہمارے پاس پانچسو پچیس خواندہ اور قابل اعتبار آدمیونکی تحریری گواہیان موجود ہین اور ناخواندہ آدمیونکا تو کوئی شمار ہی نہین جو شہادت دیتے ہین کہ یہ شہزادہ نبی یوزآسف کی قبر ہے

کشمیر کی تاریخونمین بھی اس قبر کا ذکر ہے - اور ان مین لکھا ہی کہ اس شہزادہ نبی کا نام یوز آسف تھا مین نے اپنی پچھلی چھٹی مین تاریخ اعظمی کشمیر کا حوالہ دیا تھا - پادری صاحب اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ اگر تاریخ اعظمی کشمیر کا مصنف یوز آسف کا نام لکھتا ہے تو یہ مرزا صاحب کے کچھ مفید مطلب نہین کیونکہ وہ یہ نہین لکھتا کہ اس قبر والے کا نام یوز آسف ہی + مین کہتا ہون کہ پادریصاحب نے محض دھوکہ دہی کے راہ سے یہ لکھا ہی کیونکہ مین نے تاریخ اعظمی کی عبارت کا ترجمہ نقل کیا تھا جسمین بالصراحت درج تھا کہ کہ یوز آسف اس نبی کا نام ہی جو سید نصیر الدین کی قبر کے متصل مدفون ہی مین وہ الفاظ دوبارہ ناظرین کے ملاحظہ کے لئے درج کرتا ہون تاکہ ان پر پادری صاحب کا جھوٹ اچھی طرح روشن ہوجائے - تاریخ اعظمی کی اصل عبارت فارسی مین ہی اسکا اردو ترجمہ حسب ذیل ہی - سید نصیر الدین کے مزار کے پاس جو دوسری قبر ہے عام خیال ہی کہ یہ ایک پیغمبر کی قبر ہے ..... ایک شہزادہ کسی اور ملک سے آیا تھا اور زہد اور تقوے اور ریاضت اور عبادت مین وہ کامل درجہ پر تھا وہی خدا کیطرف سے نبی ہوا اور کشمیر مین آکر کشمیریون کی دعوت مین مشغول ہوا - ان کا نام یوز آسف ہی اور اکثر صاحب کشف خصوصاً ملا عنایت اللہ جو راقم کا مرشد ہی فرما گئے ہین کہ اس قبر سے برکات نبوت ظاہر ہو رہے ہین +

پادریصاحب چار غلط بیانیونکے مرتکب ہوئے ہین - اول اہل سرینگر کی گواہی کو بگاڑ کر پیش کیا - دوم - اپنے پہلے بیان کی خود تردید کی پہلے کہا کہ بڑی قبر والے کا نام یوز آسف ہے اور چھوٹی قبر والے کا نام سید نصیر الدین - دوسرے بیان مین کہا کہ بڑی قبر والے کا نام سید نصیر الدین ہی - سوم جب انکی یہ غلط بیانیان ظاہر کی گئین - اور ان سے جواب طلب کیا گیا تو جواب نہ بن پڑا مگر پھر بھی عنوان مین سید نصیر الدین کا نام لکھنے سے باز نہ آئے - چہارم - تاریخ اعظمی کشمیر نے صاف قبر کا حوالہ دیا ہی اور مین نے تاریخ اعظمی کی عبارت بھی پیش کی مگر پھر بھی پادریصاحب نے اخبار اپنی فینی کے پڑھنے والونکو یہ کہکر دھوکہ دینا چاہا کہ تاریخ اعظمی مین یوز آسف کا نام تو ہی مگر اس قبر کا ذکر نہین - کیا پادریصاحب ان چار الزامون سے اپنے تئین بری ثابت کر سکتے ہین - غرض صرف اہل کشمیر کی زبانی شہادت سے ہی معلوم نہین ہوتا کہ اس قبر و نام یوز آسف ہی بلکہ کشمیر کی تواریخ مین بھی اس قبر والیکا یہی نام درج ہی اور تاریخ اعظمی جسکا مین نے دیا ہی قریباً دو سو برس کی کتاب ہی - اسی پر بس نہین ایسی کتابونمین بھی اس قبر کا صریح ذکر پایا جاتا ہی جنکو لکھے ہوئے ہزار برس کے قریب گذر گیا ہی - مین نے اپنی پچھلی چھٹی مین کتاب اکمال الدین کی اصل عربی عبارت درج کی تھی جسمین لکھا ہی کہ حضرت یوز آسف کشمیر مین آئے اور اسجگہ وفات پائی اور اپنے شاگرد کو وصیت کی کہ میرے لئے ایک مقبرہ تیار کرنا - معلوم ہوتا ہی کہ انہون نے مقبرہ کے لئے بالخصوص اسلئے وصیت کی تاکہ مقبرہ ایک زمانہ تک قایم رہے اور آنے والی نسلون کیلئے ایک عظیم الشان راز کے کھلنے کا ذریعہ ہو - کیونکہ معمولی قبرین تو جلد زمین کے ساتھ ملجاتی ہین اور مقبرونکی عموماً حفاظت کیجاتی ہے

اور وہ ایک زمانہ تک قائم رہتے ہین چنانچہ آخر حضرت مسیح کے کشمیر مین آنیکا پتہ اول اول اسی مقبرہ کے ذریعہ سے ملا تعجب کی بات ہی کہ سینٹ جوزآفٹ کے قصہ مین بھی حضرت یوز آسف کے کشمیر مین آنے اور اسی جگہ وفات پانیکا صریح ذکر ہی + چنانچہ مسٹر جوزف جیکبس اپنی کتاب "جوزآفٹ اور بربلام" کے صفحہ ۱۰۵ پر پرانے نسخون کے حوالے سے بیان کرتا ہی کہ یوز آسف آخر کشمیر پہنچتا ہی جہانکہ وہ اپنا سر مغرب کیطرف کرتا ہے اور اپنے پاؤن مشرق کیطرف کرتا ہی اور اپنے شاگرد کو برکت دینے کے بعد مرجاتا ہی + غرض نہ صرف موجودہ زمانہ کے لوگ بالاتفاق شہادت دیتے ہین کہ یہ شہزادہ نبی یوز آسف کی قبر ہی بلکہ کشمیر کی تاریخین بھی یہی شہادت دیتی ہین اور یوز آسف کے قدیم قصے بھی یوز آسف کے کشمیر مین آنے اور یہان انکا مقبرہ بنائے جانیکا ذکر کرتے ہین - اس سے بڑھکر اب پادری وائیٹ برکٹ صاحب اس امر کا کیا ثبوت مانگتے ہین کہ یہ نبی یوز آسف کی قبر ہے اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ درحقیقت یہ نبی یوز آسف کی قبر ہے تو یہ خیال باطل ہوگیا کہ یوز آسف اور گوتم بدھ ایک ہی ہین اگر پادریصاحب ثابت کرنا چاہتے ہین کہ یوز آسف اور ساکی منی ایک ہی شخص کے دو نام ہین تو انکو چاہئے کہ پہلے یہ ثابت کرین کہ یہ قبر نبی یوز آسف کی قبر نہین ہے - علاوہ ازین جن امور کی بنا پر یوز آسف اور بدھ کو ایک ہی شخص خیال کیا جاتا ہی ان کی تردید ان نئے امور سے ہوتی ہی جو اب یوز آسف کی نسبت معلوم ہوگئے ہین یعنی یہ کہ وہ ایک نبی تھا جو مغرب کیطرف سے آیا اور اسکو آئے قریبًا ۱۹۰۰ برس ہوگئے ہین پس جن امور کی بنا پر یوز آسف اور بدھ کو ایک ہی شخص مانا گیا تھا جب ان امور کی دوسرے پہلو سے تردید ہوگئی تو انکا اعتبار جاتا رہا اور غیر معتبر واقعات کی بنا پر کوئی نتیجہ نکالنا عقلمندی سے بعید ہی

جس طریق سے یہ ثابت کیا گیا ہی کہ یوز آسف لفظ .... بودی ستوا سے بگڑکر بنا ہی اسکی نسبت بھی کچھ کہنا چاہتا ہون - اس امر سے بعض لوگون نے بہت تعجب ظاہر کیا ہی کہ قصہ تو ہندی ہی اور اس مین نام اسرائیلی ہین اسلئے بعض نے اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہی کہ یہ نام ہین ہندی ناموں سے بگڑکر بنے ہوئے ہین اس امر کے لئے انکو عربی اور فارسی حروف کی شکلون سے بہت مدد دی ہے - عربی ابجد کے اکثر حروف ایک دوسرے سے بہت مشابہت رکھتے ہین صرف نقطونکے ذریعہ سے ایسے حروف مین تمیز کیجاتی ہی ہین مثال کیطور پر لفظ یوز آسف کا ہی پہلا حرف لیتا ہون اگر اسکے نقطونکو نظر انداز کیا جاوے تو ہم اس حرف کو عربی مین - با - تا - ثا - یا - نون - یا - چھ مختلف طریق سے پڑھ سکتے ہین اور فارسی مین آٹھ طریق پر یعنی علاوہ مندرجہ بالا حروف کے پے یا ٹ بھی پڑھ سکتے ہین یہی حال قریبًا کل حروف کا ہی انمین بھی صرف نقطونکے ذریعہ سے تمیز کیجاتی ہی ان حروف کی مشابہت نے ان لوگونکو بہت مدد دی ہے جنھون نے قصہ یوز آسف کے عبرانی ناموں کو ہندی بناکر دکھانا چاہا ہے اسی طریق سے انہون نے یوز آسف کو

بودی ستوا بناکر دکھایا ہے۔ حروف علت کو چھوڑکر ان دو لفظونمین صرف ایک ہی حرف مشترک ہی یعنے س۔ اور یہ دونون لفظ بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہین مگر ایک نرالے رنگ سے ان دونون لفظونکو ایک ثابت کیا ہی۔ اوّل تو یاء کے ایک نقطہ کو اڑادیا پھر ڈال کا نقطہ اڑاکر اسکو دال بنالیا۔ اور آخری فاء کی جگہ واؤ رکھدیا پھر پادری وائیٹ برکٹ صاحب نے ایک اور کمال کیا ہی انہون نے آخری حرف سے پہلے ایک تاء اپنی جیب خاص سے نکال کر رکھدی ہی اور ایسے ہی کچھ اور تغیر کرکے یوذآسف کو بودی ستوا بنالیا ہے مگر سوال یہ ہی کہ جب حروف کی تمیز کا مدار ہی نقطونپر ہے تو کیا ہم اپنی مرضی سے نقطونکو اڑا سکتے ہین۔ اگر پادریصاحب سمجھتے ہین کہ کاتبون نے غلطی سے نقطے بڑھادیے ہین تو انکو کوئی صحیح نسخہ بھی پیش کرنا چاہیئے جس مین صحیح نام لکھا ہوا موجود ہو۔ اگر کاتبون کی طرف سے کوئی غلطی ہوتی تو وہ نقطہ نہ دینے مین ہونی چاہیئے تھی نہ کہ زائد نقطے ڈالنے مین کیونکہ ایسا اتفاق کم ہوتا ہی۔ کہ کاتب اپنی طرف سے لفظ یا حرف یا نقطے بڑھادیوے۔ اگر وہ غلطی کرتا ہی تو وہ عموماً یہ ہوتی ہی کہ وہ کوئی لفظ یا حرف چھوڑدیتا ہی۔ پھر اگر کاتب نے غلطی کی تھی تو ایک حرف مین کرتا یہ کس طرح ہوگیا کہ یوزآسف مین تین حرف نقطہ دار ہین اور تینون پر ہی نقطہ ڈالنے مین اس نے غلطی کی۔ پھر اگر ایک دفعہ غلطی کرچکا تھا تو ساری کتاب مین وہ کس طرح غلطی کرتا گیا اور اپنی غلطی پر متنبہ نہ ہوا۔ ہان ایک صورت ہی جس سے یہ ماننے مین آسکتا ہی کہ صحیح نام بودی ستوا ہی ہو اور غلطی سے یوزآسف لکھا گیا ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ یوزآسف کے نقصے جو عربی وغیرہ زبانونمین موجود ہین یہ سب تراجم ہین پادریصاحب کے نزدیک اصل قصّہ کسی ہند کی زبان سنسکرت پالی وغیرہ مین تھا۔ اگر وہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ صحیح لفظ بودی ستوا ہے مترجم نے غلطی سے بودی ستوا کی جگہ یوزآسف لکھدیا تو وہ یہ دکھائین کہ سنسکرت یا پالی مین بودی ستوا کا لفظ اس طرز سے لکھا جاتا ہے کہ اسکو آدمی بودی ستوا بھی پڑھ سکتا ہے اور یوزآسف بھی پڑھ سکتا ہی تب ہم قبول کرلینگے کہ مترجم نے لفظ بودی ستوا کے پڑھنے مین غلطی کی ہوگی اور اسکی جگہ یوزآسف لکھدیا ہوگا۔ جب مین نے کہا کہ یوزآسف اصل یسوع آسف ہی تو پادریصاحب اعتراض کرتے ہین کہ یوز یسوع کا بگڑا ہوا نہین ہوسکتا کیونکہ لفظ یوز مین ع نہین جو یسوع مین ہی اور آپ یوزآسف کو بودی ستوا سے بگڑا ہوا قرار دیتے ہین اور یہ نہین دیکھتے کہ ان دونون لفظونمین حروف علت کو چھوڑکر سوائے ایک حرف کے کوئی اور حرف مشترک نہین۔ پہلے پادریصاحب ذرا خود عین بول کر دکھائین پھر ہندیونکو ملامت کرین کہ وہ یسوع کا آخری عین کیون کھاگئے یہ بھی تو آپ کے بھائی ہی ہین۔ اب بھی آپکے انجیلی منادا گرچہ لکھنے مین تو دیکھا دیکھی یسوع لکھتے ہونگے مگر بولنے مین تو یسّو یسّو ہی پکارا کرتے ہین تو کیا ہم خیال کرلین کہ یہ شخص اس یسوع کی منادی نہین کرتے ہین جسکے نام مین ع ہے کسی اور شخص یسّو نامی کا وعظ کرتے ہین۔

پادریصاحب کو معلوم ہوگا کہ انگریزی مین تو عین کے مقابل کوئی حرف ہی نہین اگر یسوع کو انگریزی حروف مین لکھنا ہو تو یسو ہی لکھینگے یسوع نہین لکھ سکتے - پادریصاحب بھی اپنی انگریزی چٹھی مین یسو ہی لکھتے ہین - پادریصاحب یسوع کے یوز بن جانے پر تعجب کرتے ہین ہند کے مشہور شاعر فیضی کا مصرع پڑھیین - سہ ۱۵ اے نام تو یوز و کرستو + اس نے تو یوز بھی نہ رہنے دیا - یوز و بنادیا - پھر مین لفظ یوز آسف اور یودی ستوا کیطرف عود کرکے کہتا ہون کہ صحیح نام یوز آسف ہی ہے اہل کشمیر نے بھی ہمکو یوز آسف ہی نام بتایا عربی ترجمون اور دوسرے نسخون مین بھی ہم نے یوز آسف ہی لکھا ہوا پایا - جدھر سے یہ نام نکلتا ہی یوز آسف کی ہی شکل مین نکلتا ہی پھر ہم کس طرح پادریصاحب کے کہنے سے مان لین کہ یہ لفظ اصل مین یودی ستوا ہے - بلکہ عام ناخواندہ لوگ تو یوس آسف ہی بولتے ہین جس سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ یہ نام اصل مین یسوع آسف ہی ہے -

اب مین پادری صاحب کے دوسرے سوال کو لیتا ہون وہ کہتے ہین کہ اگر یوز آسف انجیل کا وعظ کرتے تھے اور انجیلی مثالین سناتے تھے تو کس طرح ثابت ہوگیا کہ وہ خود حضرت مسیح ہی تھے ممکن ہی کہ آپکا کوئی شاگرد ہو - اناجیل سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ کے بعد بھی اس زمین مین زندہ پھرتے رہے اسمین تو شک نہین کہ انکو ایک قبر مین رکھا گیا - جو ایک چھوٹے سے کمرے کے مشابہ تھی اور انکے ایک شاگرد یوسف کے باغ مین واقع تھی اور اسقدر وسیع تھی کہ چند آدمی اسمین سما سکتے تھے - مگر تیسرے دن دیکھا گیا کہ پتھر جو اس قبر کے منہ پر تھا وہ ہٹا ہوا ہے اور حضرت مسیح قبر مین نہین ہین - پھر مسیح اس باغ مین دیکھے گئے کہ انہون نے ایک باغبان کا بھیس بدلا ہوا ہی اور انکے کفن کے کپڑے قبر ہی مین پڑے پائے گئے - اسمین شک نہین کہ انکے شاگرد یوسف کے مالیون نے آپکو کپڑے بھیس بدلنے کیلئے دئے ہونگے پھر آپنے اسی بھیس مین اپنے وطن کیطرف سفر کیا اور رستے مین کچھ فاصلہ تک اپنے دو شاگردون کی ہمراہی مین چلتے گئے مگر اپنا چہرہ لپیٹ کر اور شام کے قریب انکو پتہ دیا کہ مین مسیح ہی ہون جو قبر سے زندہ نکلکر آیا ہون اپنے دوسرے شاگردون سے بھی ملے مگر خلوت مین اور انکو یقین دلایا کہ مین زندہ ہون - انجیل مین لکھا ہی کہ شاگرد انکو دیکھ کر ڈر گئے اور سمجھا کہ ہم بھوت کو دیکھ رہے ہین اور حضرت مسیح نے انکو کہا کہ کیون تم گھبراتے ہو اور کیون تمہارے دلون مین شک پیدا ہوتے ہین میرے ہاتھون اور میرے پاؤن کو دیکھو کہ مین خود ہی ہون مجھے ہاتھ لگاکر دیکھو روح پر گوشت اور ہڈیان نہین ہوتین اور یہ کہکر انہون نے اپنے ہاتھ اور پاؤن دکھلائے اور جب پھر بھی شاگردون نے تعجب کیا اور حیران ہوئے تو انہون نے فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ کھانیکی چیز ہی اور شاگردون نے انکو ایک بھونی ہوئی مچھلی کا ٹکڑا دیا - انہون نے لیا اور انکے سامنے کھایا - اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت مسیح اسی عنصری جسم کے ساتھ قبر سے زندہ نکلے + اب ہمین ان حالات پر نظر کرنی چاہیئے جو ایکے قبر مین رکھے جانیسے پہلے گذرے اور دیکھنا چاہئیے کہ پہلے واقعات سے کیا ظاہر ہوتا ہی آیا یہ کہ وہ یقینی طور پر

مردہ تھے جب وہ قبر میں رکھے گئے یا ان کی موت ظنی تھی مگر جب واقعات پر ہم نظر ڈالتے ہین تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ جس چیز کو موت سمجھا گیا وہ ایک ظنی موت تھی یقینی موت نہ تھی ۔ مثلاً اول تو وہ صلیب پر صرف تین گھنٹہ لٹکے رہے جس سے موت واقع نہین ہو سکتی تھی اور جو دو شخص انکے ساتھ لٹکائے گئے تھے وہ بالکل زندہ پورے ہوش و حواس کے ساتھ صلیب سے انکے ساتھ اترے ۔ پھر ان چورونکی ٹوہڈیان توڑی گئین اور حضرۃ مسیح کی ہڈیان بھی کسی نے نہ توڑین اور جب پلاطوس نے سنا کہ مسیح مر گیا ہی تو اس نے سخت تعجب کیا کہ وہ ایسی جلدی کس طرح مر گئے اور تاریخ سے ثابت ہی کہ کئی کئی دن تک بھی آدمی صلیب پر نہین مرتے تھے ان واقعات سے ایک باانصاف انسان ضرور یہ نتیجہ نکالتا ہی کہ اسکی موت یقینی نہین تھی بلکہ ایک شکی امر تھا ۔ پھر برچھی چبھونے سے خون بھی نکل آیا ۔ ایکطرف تو ہم یہ واقعات دیکھتے ہین اور دوسری طرف ہم دیکھتے ہین کہ یہی شخص پھر اپنی قبر سے نکل بھی گیا اور اپنی زندگی کا لوگونکو یقین دلایا ۔ اب ہم ان واقعات مجموعے سے کیا نتیجہ نکال سکتے ہین کہ وہ زندہ تھا جب وہ قبر مین رکھا گیا اور زندہ ہی نکل آیا ۔ مین پادریصاحب سے پوچھتا ہون کہ یہی واقعات کسی اور شخص کے پیش آوین تو وہ کیا نتیجہ نکالینگے ایسا بارہا اتفاق ہوتا ہے کہ وہ لوگ ایک شخص کو مردہ یقین کر لیتے ہین اور جب پھر اسمین زندگی کے آثار ظاہر ہوتے ہین تو وہ اپنے پہلے خیال کو غلط قرار دیتے ہین اور سمجھ لیتے ہین کہ جس چیز کو انہون نے موت سمجھا تھا وہ حقیقی نہین تھی ۔ مگر حضرت مسیح کا معاملہ تو بڑا صاف ہے ایکطرف انکی موت کا قطعی ثبوت نہین بلکہ ان کی زندگی کے دلایل نہایت قوی ہین اور لوگونکا اظہار تعجب موجود ہے دوسریطرف انکا زندہ پھرنا ثابت ہے پھر ہم کیونکر سمجھ لین کہ مر تو گئے تھے مگر پھر جی اٹھے ۔ کیا پادری صاحب انکی قبر مین موجود تھے اور انکو دیکھ رہے تھے جب انکے جسم مین دوبارہ روح داخل ہوئی تھی لوقا ۔ باب ۲۴ ۔ آیت ۲۲ و ۲۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حضرت مسیح قبر مین ہی تھے اور عیسائیونکی کج فہمی کے بموجب مردہ پڑے تھے کہ بعض عورتونکو فرشتہ نے خواب مین آکر کہا کہ وہ زندہ ہین حضرۃ مسیح عیسائیونکے خیال کے بموجب تیسرے دن صبح تڑکے جی اٹھے اور رات کو فرشتہ نے آکر کہا کہ وہ زندہ ہین اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبر مین زندہ ہی تھے کیونکہ فرشتون نے اسوقت کہا کہ وہ زندہ ہین جبکہ وہ ابھی قبر مین پڑے تھے اور ابھی قبر سے خروج نہین کیا تھا ۔ علاوہ ازین جب کسی شخص کی نسبت کہا جاوے کہ وہ زندہ ہی اسکے یہی معنی ہوتے ہین کہ اس نے ابھی تک موت کا پیالہ نہین پیا ۔ اسی طرح فرشتہ کے الفاظ کے بھی یہی معنے کرنے چاہئے ۔ کہ حضرت مسیح نے ابھی تک موت کا مزہ نہین چکھا تھا چند سال ہوئے کہ خود پادری صاحب نے اخبار بیپی فیتی مین ایک شخص رفیع الدین احمد کے بیان کی تردید مین لکھا کہ ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب امرتسری زندہ ہی اسوقت پادریصاحب کا کیا مطلب تھا کیا یہ کہ وہ مر گیا تھا اور پھر زندہ ہو گیا یا یہ کہ ابھی تک نہین مرا ۔ ایسا ہی فرشتہ نے عورتونکے خیال کی تردید مین کہ حضرت مسیح مر گئے ہین یہ کہا کہ وہ زندہ ہی ۔ پادری صاحب آپ ہی

فرماوین کہ فرشتے کے الفاظ کے کیا معنے کرنے چاہیئے۔ پھر لکھا ہو کہ جب عورتین قبر پر گئین تو انکو کہا گیا کہ تم کسکو ڈھونڈتی ہو تو انہون نے کہا کہ مسیح کو تو انکو جواب ملا کہ تم زندہ کو مردون مین کیون ڈھونڈتی ہو۔ اسکے بھی یہی معنے ہین کہ مسیح مرے نہین تھے۔ بلکہ زندہ تھے۔

عیسائی یہ کہکر کہ حضرت مسیح مردہ تھے جب قبر مین رکھے گئے صرف ایک غیر معقول اور بے بنیاد بات ہی نہین کرتے بلکہ ایسا کہکر حضرت مسیح کے ایک معجزہ کا بھی انکار کرتے ہین۔ حضرت مسیح نے فرمایا کہ حرامکار لوگ مجھ سے نشان مانگتے ہین ان کو کوئی نشان نہین دکھلایا جاویگا سوائے حضرت یونس نبی کے نشان کے۔ مگر حضرت یونس تو زندہ تھے۔ جب مچھلی کے پیٹ مین داخل ہوئے اور زندہ ہی اسکے اندر رہے۔ اور زندہ ہی مچھلی کے منہ سے نکلے۔ اب مشابہت چاہتی ہے کہ اسی طرح حضرت مسیح بھی زندہ ہی قبر مین رکھے گئے ہون۔ قبر کے اندر بھی زندہ ہی رہے ہون اور زندہ ہی باہر نکلے ہون۔ جب پلاطوس کے آگے حضرت مسیح کا مقدمہ پیش تھا تو اس کی بیوی کو ایک فرشتہ نے آکر کہا ایسا نہ ہو کہ تیرا خاوند حضرت مسیح کو قتل کرے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا ارادہ حضرت مسیح کو بچا لینے کا تھا ورنہ فرشتہ کے بھیجنے کے کیا معنے۔ اور خود بائبل سے ثابت ہو کہ جس غرض کے لئے خدا تعالے فرشتہ بھیجتا ہے وہ غرض پوری ہی ہو کر رہتی ہے اور بے شک حضرت مسیح کا صلیب پر چڑھکر اور دشمنو نکے پنجہ مین آکر پھر بچ نکلنا انکا ایک نشان تھا اور خدا تعالی کی باریک تدبیر و نکا ایک نمونہ۔ حضرت مسیح صلیب سے اسی طرح بچے جیسے حضرت ابراہیم آگ سے محفوظ رہے اور جیسا بڑے بڑے انبیاء کو ایک ہجرت کرنی پڑی ایسا ہی حضرۃ مسیح کو بھی شام سے ہجرت کرنی پڑی اور بھی کئی امور ہین جو اس امر کی تائید کرتے ہین کہ حضرۃ مسیح صلیب سے بچ نکلے مثلاً پلاطوس کی خواہش کہ حضرت مسیح قتل نہ کئے جاوین اور نہایت قرین قیاس ہو کہ اس نے اپنے افسرون کو پوشیدہ ہدایتین دی ہون۔ چنانچہ جب اتارے گئے تو سپاہیون نے دوسرے چورون کی ہڈیان تو توڑ دین مگر عمداً حضرت مسیح کی ہڈیان نہ توڑین۔ آج کل تو عیسائی یہودیون کی طرح افسوس کرتے ہونگے کہ کاش کہ حضرت مسیح کی اسوقت ہڈیان توڑ دیجاتین تا یہ جھگڑا پیدا نہ ہوتا۔ اندر اندر سپاہیون اور پلاطوس کو کوستے کہ کیون انہون نے حضرۃ مسیح کے بچانے کی کوشش کی۔ اور ہمکو مصیبت مین ڈالا۔ اسی وقت فیصلہ کیون نہ کر دیا۔ پھر پلاطوس نے حضرت مسیح کا جسم انکے ایک دولتمند شاگرد کے حوالہ کر دیا اور یہودیون کے سپرد نہ کیا۔ پھر مسیح کا مالی کے کپڑے پہننا بھی گواہی دیتا ہے کہ انکے بچانے کے لئے ایک پوشیدہ سازش تھی۔ کیونکہ یہ کپڑے انکو ضرور مالیون سے ملے ہونگے۔ اگر حضرت مسیح کا جسم اسی خاک کا تھا۔ تو اس مین بھی شک نہین کہ یہ کپڑے بھی کھدڑ کے تھے اگر حضرت مسیح مرکر جی اٹھے تھے۔ تو چاہیئے تھا کہ بڑی

شان و شوکت کے ساتھ اُٹھتے اور زرق برق آسمانی لباس میں دشمن و دوست کے سامنے آسمان کیطرف صعود فرماتے - یہ کیا وجہ کہ مالیوں کا بھیس بدلا - اپنے چہرے کو لپیٹ کر پھرتے رہے اور آسمان پر بھی چڑھے تو خفیہ ہی چڑھ گئے انجیل نویسوں کے سوا کوئی گواہی نہیں دیتا کہ میں نے ایک شخص آسمان پر چڑھتے ہوئے دیکھا - جس پہاڑ سے آسمان پر چڑھے تھے اگر وہاں کا کوئی گڈریا ہی گواہی دیدیتا کہ میں نے ایک شخص کو اوپر چڑھتے ہوئے دیکھا تو بھی ہم قبول کر لیتے تعجب ہے کہ ایک پتنگ کو تو ہزاروں آدمی دیکھ لیتے ہیں مگر ایک انسان کو کسی نے نہ دیکھا میں پادری صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر مسیح کا کوئی آسمان پر جانا نہ مانے تو اسکا کیا قصور پھر تم کیوں کہتے ہو کہ جو شخص حضرت مسیح کے آسمانی پرواز کو نہ مانیگا وہ دوزخ کا ایندھن ہوگا +

غرض عیسائیوں کا اس امر کو قبول کر لینا کہ حضرت مسیح اسی خاکی جسم کے ساتھ قبر سے نکلے اور اپنے شاگردوں کو ملے - اور ۴۰ دن تک ملک شام میں پھرتے رہے اور کباب شراب کھاتے پیتے رہے انکے اعتقاد کے لئے بڑا مضر ہے کیونکہ اب کوئی نہیں مان سکتا کہ وہ اسی خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے - گوشت اور ہڈیاں آسمان کیطرف چڑھ نہیں سکتیں خواہ وہ خدا کی ہی ہڈیاں اور گوشت کیوں نہ ہوں - اب عیسائیوں کو چاہیئے کہ انکے لئے کوئی اسی زمین پر جگہ تلاش کریں اگر ہمیں نہ بھی پتہ ملتا کہ اسکے بعد حضرت مسیح کدھر گئے اور کہاں انہوں نے باقی دن کاٹے تو بھی ہم یہ تو قبول نہیں کر سکتے تھے کہ وہ آسمان کیطرف اُڑ گئے کیونکہ آسمان پر گوشت اور پوست کیلئے کوئی جگہ نہیں - باپ کے تخت پر بھی ہڈیوں اور چمڑے کے لئے کوئی جگہ نہیں نہ اسکے دائیں ہاتھ کوئی جگہ ہے نہ بائیں ہاتھ - ضرور وہ خاکی جسم اسی زمین میں رہا ہوگا اور کسی نے اسی مٹی میں گاڑا ہوگا - کسی کا مفقود الخبر ہو جانا اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا - مگر عیسائیوں کی بدقسمتی سے اب یہ بھی پتہ لگ گیا ہے کہ وہ کس طرف گئے + حضرت مسیح نے اپنے واقعہ کو حضرت یونس کے واقعہ سے مشابہت دی ہے اور حضرت یونس کو جب مچھلی نے اُگل کر نکال دیا تو خدا نے انکو حکم دیا کہ اُٹھ اور اس بڑے شہر نینوہ کیطرف جا اور میرے حکم کے مطابق انکو تبلیغ کر - اسلئے مشابہت چاہتی ہے کہ حضرت مسیح بھی حضرت یونس کیطرح قبر سے نکلکر کسی قوم کیطرف بھیجے گئے ہوں - وہ کل قوم بنی اسرائیل کیلئے نبی ہو کر آئے تھے - نہ کہ کسی خاص فرقہ بنی اسرائیل کیلئے - مگر شام میں صرف دو فرقے موجود تھے - اور باقی دس قومیں جلاوطن ہو کر مشرق میں آباد ہو گئی تھیں اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ افغان اور کشمیری اسرائیلی ہیں - اور حضرت مسیح کا فرض تھا کہ انکو بھی وعظ کرتے - کشمیر کے لوگ بالاتفاق یہ گواہی دیتے ہیں کہ جو شخص سرینگر محلہ خانیار کے مزار میں مدفون ہے وہ ایک شہزادہ نبی تھا جو مغرب کیطرف سے آیا اور یہیں وفات پائی اور یہ بھی شہادت ملی ہے کہ اسکو آئے قریباً ۱۹۰۰ برس ہو گئے کشمیر کی تاریخی کتابیں بھی یہی گواہی دیتی ہیں - یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ اسکی کتاب کا نام بُشریٰ تھا جو انجیل کا عبرانی نام ہے اور وہ انجیلی تعلیم اور انجیلی مثالیں بھی سنایا کرتا تھا چنانچہ یوز آسف کے قصہ میں کسان کی مثال بھی درج ہے جو اناجیل کی

۴م افغانستان اور کشمیر میں دوسرے حصہ قوم کو تبلیغ کرنے کیلئے آیا - اب بھی اگر پادری صاحب قبول نہیں کرتے تو وہ بتلادیں کہ مسیح کا آسمان پر جانا اگر دیکھا ہو تو کبھی کسی کو دکھلایا تھا اور شہزادہ بھی اور یہ مسیح کی تعلیم کو اپنی طرف منسوب

م مثال سے بالکل مطابق ہے اور محققین نے مانا ہے کہ یہ مثال بعد میں نہیں ملائی گئی - بلکہ اصل قصہ بوزآسف میں موجود تھی - اس امر سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ کشمیر کا شہزادہ نبی ہے جو پہلے شام میں ایک حصہ قوم کو وعظ کرتا رہا - اور پھر ۴م

کرتا تھا اور اپنی تعلیم کا نام انجیل رکھتا تھا + والسلام علی من اتبع الہدیٰ + آپکا تابعدار شیر علی از قادیان +

# "حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تاکیدی ارشاد کا اعادہ"

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن پر زور تاکیدی الفاظ میں ایک نور عرفان سے بھرے ہوئے لب و لہجہ سے اپنی احمدی جماعت کے پرجوش و مخلص جوانمردوں کو کثرت اشاعت رسالہ میگزین کیطرف ملتفت کرنا چاہا تھا وہ برکت مجسم و پرشوکت الفاظ تو خوابیدگان خواب غفلت کے بیدار کرنے کے لئے کافی تھے چہ جائیکہ اپنی جماعت کے باخبر۔ باہمت و اخلاص مند احباب اپنے پیارے امام صادق و مامور برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی بجا آوری میں تساہل و تکاہل سے کام لیتے۔ خداتعالےٰ کے فرستادہ کی زبان دُرفشان سے ان سراپا برکت خیز و تبشیر و تنذیر آمیز الفاظ کا نکلنا کہ "میں پورے زور کے ساتھ اپنے مخلص جوانمردوں کو اسطرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اشاعت و اعانت میں جہانتک اُنسے ممکن ہو ہمت دکھلاویں" کیا کچھ کم توجہ طلب و کم وزن دار تھے اور سعادت کیش احباب کے دلوں کو اپنی تعمیل کیطرف کھینچنے کے لئے کچھ کم اثر مقناطیسی رکھتے تھے حضرت اقدس نے اس تاکیدی ارشاد میں کھول کھولکر زور سے توجہ دلاکر فرمایا ہے کہ "اے جماعت کے سچے مخلصو! تم اس رسالہ کی اعانت کے لئے ہمت کرو میں بار بار کہتا ہوں کہ اس خدمت میں جان توڑ کوشش کرو یہی وقت خدمت گذاری کا ہے" پھر ساتھ ہی بشارت دی ہے کہ "جو کوئی میری موجودگی میں میری اس غرض میں مدد دیگا وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا اسکے مال میں برکت ہوگی اور عمر میں زیادہ ہوگی" انسان اس دارالابتلا میں اپنے حسن خدمات و حسن کردار کا اس سے بڑھکر اور کیا صلہ حاصل کرسکتا ہے؟ اگرچہ اس تاکید اکید کے بعد کسی دیگر بیرونی تحریک یا تاکید یا یاددہانی کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہونی چاہئے مگر پھر بھی ہم نے بدیں خیال کہ کوئی بھائی اس پر خیر حکم کی بجا آوری سے قاصر رہکر ثواب و مفاد دارین سے محروم نہ رہے حتی الوسع پہلے بھی اس ارشاد حضرت اقدس کو جملہ برادران کے کانوں تک پہونچانیکی بڑی جدوجہد کی ہے اور اب بھی الاعمال بالنیات کے اصول پر وہی سعی کیجاتی ہے اب وقت ہے کہ اپنے پیارے امام صادق کے فرمان پر جان قربان کردینے والے دل اس خاص خدمت کی وقت پر قدر کرکے سابق بالخیرات بنیں اور حسنات دارین کی وراثت سے حصہ لیکر اس چندروزہ قیام گاہ سے فائز المرام رخصت ہوں۔ اور تخلیق انسانی کی اصل غرض کو پورا کریں۔ اللہ کرے جملہ سعید الفطرت رحیں مامور و مرسل برحق کے اس تاکیدی فرمان پر اپنا روح و روان نثار کرتے ہوئے اس یگانہ ذات مقتدر رب الافواج کے آستانہ کی حقیقی و ہلیز بنکر دین و دنیا و مافیہا کی نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ اندوز ہوں آمین ثم آمین۔

منیجر

# "تعلیم الاسلام کالج قادیان"

یکم جون ۱۹۰۴ء سے ہر دو کلاس ایف اے کی جماعت بندی ہوکر تعلیم شروع ہوجاویگی ہر مذہب و ہر فرقہ کے طلباء تعلیم پاسکتے ہیں بسرِ دست ایکسال کیلئے فیس معاف رہیگی۔ انگریزی و ریاضی کے علاوہ دینیات و عربی و فارسی و فلاسفی و ہسٹری کی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا ہے اس خاص رعایت سے مستفید ہونیکو خواہشمند طلباء خصوصاً جنہوں نے حال ہی میں انٹرنس پاس کیا ہے جلدی کالج میں پہونچنے کی سعی کریں بصورت توقف ہرج تعلیم کا خطرہ ہے۔ والسلام۔

مولوی شیر علی پرنسپل تعلیم الاسلام کالج قادیان

**جیون بوٹی** کبریت احمر طلائی ... کے استعمال سے ایک ہفتہ میں تین سیر خون صالح تازہ بدن انسان میں پیدا ہوتا ہے ۔ جوانی کی طاقت مدت العمر قائم رہتی ہے ۔ استعمال کرنے سے پہلے اور بعد بدن کو وزن کرو اور آزماؤ اس سے بڑھکر مبہی ۔ مولد خون صالح مشتہی ۔ بدن کو مضبوط اور مٹا اور فربہ خوشنما رنگ بنانے اور چہرے کی سرخی اصلی طاقت و توانائی و ناز کی پیدا کرنیوالی دوائی آج تک ایجاد نہیں ہوئی ۔ اس کا اثر اُن اعضا پر جن پر نسل انسان کی پیدائش کا انحصار ہے بالخصوص نہایت قوی ہوتا ہے ۔ وہ خوشی جو عورت و مرد کی معاشرت سے وابستہ ہے اس فی الفور حاصل ہوتی ہے کبریت احمر اسکا نام اسی لئے رکھا گیا کہ یہ دوا اعضائے رئیسہ ... قوی کر از سر نو بحال کرنے کے سات زندگی کو کیمیا بنا دیتی ہے قیمت فی شیشی ... ہے

**روغن درد گردہ** درد گردہ کے دورے اور تکلیفیں ایسی سخت ہوتی ہیں کہ الامان ۔ یہ عجیب و غریب روغن درد گردہ میں خاصکر جب درد کنکری کی وجہ سے ہو اکسیر کا کام دیتا ہے ۔ چھوٹے چھوٹے سنگریزوں کو توڑکر اور ریزہ ریزہ کرکے نہایت سہولت سے خارج کر دیتا ہے ۔ تمام کنکری اور ریت نکل کر درد گردہ کی نوبت پھر نہیں ہوتی ۔ قیمت فی شیشی ۱۲ آنہ ۔ درجن ۸ روپیہ

**عجیب و غریب مرہم المعروف بہ مرہم عیسے** اگر آپ دُنیا بھر میں سب سے اچھا پُر تاثیر بیحد ہر قسم کے زخموں جراحتوں چوٹوں گلٹیوں خنازیر سرطان طاعون اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑوں پھنسیوں ناسوروں گنج خارش بواسیر اور طرح طرح کی جلد کی بیماریوں ہاتھوں کے سردی سے پھٹ جانے جانوروں کے کاٹے پیٹ جل جانے اور عورتوں کے خطرناک امراض سرطان رحم وغیرہ کے لئے ہزارہا سال کا مجرب مقدس ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے حکما کا متفقہ بابرکت علاج چاہتے ہیں تو یہ مبارک مرہم اس کارخانہ سے منگائیے جو اس کو خالص اجزا سے تیار کرنے کا ذمہ دار ہے ۔ طبی جہان اس کی کامیاب تاثیرات کا ممنون ہے ۔ یہ مشہور آفاق مرہم سوائے کارخانہ مرہم عیسے کے دُنیا بھر میں اور کہیں نہیں بنتا قیمت فی ڈبیہ خورد ۶ر ۔ ۱۲ر ۔ فی ڈبیہ کلاں ۱عہ

| رسالہ آئینہ صحت نما مفت | حکیم محمد حسین اینڈ برادرز مالکان کارخانہ مرہم عیسے لاہور سے طلب کرو نولکھا | عمدۃ التقویم ۱۹۰۵ء مفت |
|---|---|---|


# ضروری استدعاء

جن جن برادران طریقت کو کسی انگریزی دوائی پیٹنٹ یا غیر پیٹنٹ کی ضرورت ہو یا وہ کوئی انگریزی نسخہ تیار کروانا چاہیں اور اپنے مقامی اسٹیشن میں کسی انگریزی دواخانہ کے نہ ہونیکے باعث انہیں کسی اور شہر سے ادویا منگوانی پڑیں وہ بجائے کسی اور جگہ لکھنے کے ادویات فرانٹیر میڈیکل ہوس پشاور بازار قصہ خوانی سے منگوائیں ۔ یہ دکان میرے متعلق ہے انہیں نقصان نہیں اور دکان کا فائدہ اور ایک بھائی کی مدد ہے +

**المشتہر خواجہ کمال الدین وکیل پشاور**

**اطلاع :-** جناب ابو سعید صاحب عرب احمدی بحکم المسد دار الامان میں پہنچگئے ہیں ۔ انکے جملہ احباب خصوصاً انکو بڑھانے والے دوست انکے نام خط کتابت قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر کریں +

اعلان} صیانۃ القرآن مولفہ جناب فاضل امروہی صاحب بہ تردید چکڑالوی چھپکر طیار ہے ۔ درخواستیں حاجی مولوی حکیم فضل الدین صاحب کے نام قادیان میں آنی چاہئیں ۔
قیمت ۳ر

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام حکیم مولوی فضل دین صاحب طبع ہوا +